چار دن قربانی کا تنقیدی جائزہ

حدیث: ایام التشریق کلّھا ذبح کا فنی محاسبہ

قُربانی صِرف تین دِن

طفیل احمد مصباحی

ناشر
دار العلوم اشرفیہ
پمپری چنچوڑ، پونہ، مہاراشٹر

چار دن قربانی کا تنقیدی جائزہ

حدیث: اَیَّام التّشریق کُلّھا ذَبح کا فنّی محاسبہ

قربانی صرف تین دن

از:

محمد طفیل احمد مصباحی

ناشر:

دارالعلوم اشرفیہ

پمپری چنچوڑ، پونہ، مہاراشٹر

نام کتاب: قربانی صرف تین دن
"حدیث اوراصولِ حدیث کی روشنی میں"
مولف: محمد طفیل احمد مصباحی
پروف ریڈنگ: محمد علی رضا/محمد عمر دانش (متعلم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
کمپوزنگ: مہتاب پیامی پیامی کمپیوٹر گرافکس، نزد جامع مسجد راجہ مبارک شاہ
مبارک پور، موبائل نمبر: 9235647041
صفحات: ۶۴
قیمت: ۳۰/روپے
اشاعت اول: ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ/اکتوبر ۲۰۱۲ء
طباعت اول: فیضی آرٹ پریس، گورکھپور
ناشر: نوجوانانِ اہل سنت، کولوٹولہ، زکریا اسٹریٹ، کولکاتہ، مغربی بنگال،
موبائل: 8172920378 , 9748101487,
9831030358, 9836419365

(ملنے کے پتے)

① مولانا اصغر علی مصباحی/محمد علی رضا/سید جاوید منور قادری/جناب شکیل احمد صاحبان
زکریا اسٹریٹ، کولکاتہ، مغربی بنگال۔
② المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ۔
③ المجمع المصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
④ محمد علی رضا، محمد پور، سیتامڑھی، بہار۔
⑤ محمد طفیل احمد مصباحی سبحان پور کٹوریہ، وایا عمر پور، ضلع بانکا (بہار)
Mob: 9621219786

فہرست

تعاون خاص

یہ کتاب مندرجہ ذیل حضرات کے خاص تعاون سے شائع ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال کرے۔اس عنایت خسروانہ پر ہم ان تمام حضرات کے شکرگزار ہیں۔

(۱)مولانا اصغرخان مصباحی (۲)سعید جاوید منور قادری
(۳)مولانا امتیاز احمد وارثی مصباحی (۴)جناب خورشید چشتی
(۵)محمد احسان کریم (۶)الحاج خورشید عالم (۷)محمد اعجاز احمد

تاثر گرامی

فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی **محمد معراج القادری** مصباحی دام ظلہ العالی
استاذ ومفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پو، اعظم گڑھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

محب گرامی عزیز اسعد مولانا محمد طفیل احمد مصباحی، نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ کی کاوشِ فکر اور تالیفِ جدید" قربانی صرف تین دن- حدیث اور اصولِ حدیث کی روشنی میں" اپنے خدوخال اور صورت ومواد کے اعتبار سے یقیناً قابل تحسین ہے۔ میں نے مختلف صفحات اور متعدد مقامات سے دیکھا، پسند آئی۔ یہ اپنے موضوع پر ایک شاہ کار اور گراں قدر تحقیقی کتاب ہے۔ غیر مقلدین کی مستدل حدیث "أيام التشريق كلها ذبح " کا جس خوب صورت پیرائے میں ردِّ بلیغ اور ٹھوس انداز میں تضعیف کی ہے اسے دیکھ کر اور پڑھ کر ہر قاری عزیز موصوف کی مدح سرائی کرتا نظر آئے گا۔

حدیث، اصولِ حدیث، فنِ جرح وتعدیل اور اسماء الرجال پر جس قدر ٹھوس اور علمی بحث کتاب میں موجود ہے، اس نے درحقیقت غیر مقلدین کے تمام تانے بانے اور تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

پوری کتاب مستند حوالوں سے مزین ہے۔ قاری کو کہیں بھی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ اب غیر مقلدین کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اپنے خود ساختہ مذہب (چار دن قربانی) سے رجوع کر کے صحیح حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں۔

یہ بھی کیا انصاف ہے کہ جب دوسروں کی فکرِ صحیح کو رد کرنا مقصود ہو تو کہا جائے کہ "صحاحِ ستہ" کی ہی کوئی حدیث پیش کی جائے اور لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم تو صرف "احادیث صحیحہ" پر عمل کرتے ہیں، گویا صحیح حدیثیں صرف "صحاحِ ستہ" میں ہی موجود

ہیں۔لیکن اپنا مدعا ثابت کرنا ہوتو"صحاحِ ستہ" کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں کا سہارا لیا جائے اوراس وقت اندازِفکروعمل بدل دیا جائے۔یہ کہاں کا انصاف ہے؟

اس تعلق سے بھی عزیزم سلمہ نے نہایت سنجیدہ، مدلل اور تحقیقی گفتگو کی ہے۔ قربانی کے تعلق سے پیش آمدہ خاصے ضروری احکام ومسائل مستند حوالوں کی روشنی میں بقدرضرورت پیش کیے گئے ہیں۔

اندازِتحریر اور اسلوب نگارش اتنا عمدہ، موثر اور مدلل ہے کہ پڑھنے کے بعد طبیعت جھوم اٹھتی ہے۔

تین دن قربانی سے متعلق اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کتب حنفی سے قصداً حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔بلکہ حدیث اوراصولِ حدیث کی مستند کتابوں سے ہی اپنی بات پیش کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے تاکہ غیر مقلدین بھی اسے تسلیم کرسکیں۔فقہاے احناف کی باتوں کو یہ حضرات بڑی بے دردی سے رد کردیتے ہیں اور "حدیث حدیث" کی رٹ لگاتے ہیں۔اب جب کہ تین دن قربانی کے موقف کو حدیث واصول حدیث کی روشنی میں ثابت کردیا گیا ہے تو انھیں چاہیے کہ چار دن کے بجائے تین دن ہی قربانی کریں۔دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب کئی جہت سے مفید اورکارآمد ہے۔ دعا ہے مولیٰ عزوجل اسے قبول عام عطافرمائے اورمولف موصوف کی عمر میں برکتیں اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق رفیق عطافرمائے۔آمین۔

محمد معراج القادری
خادم افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
۲۲/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ، ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۲ء

عرضِ مولف

باسمہٖ وحمدہٖ وتعالیٰ و تقدس

یہ مئی ۲۰۱۰ء کی بات ہے جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے پہلی بار کسی سمینار میں شرکت کی غرض سے کولکاتہ جانا ہوا۔ تنظیم دعوت قرآن، خضر پور، کولکاتہ، بنگال کے زیر اہتمام یہ سمینار منعقد ہوا تھا، جس کے روحِ رواں محب گرامی حضرت مولانا امتیاز احمد وارثی مصباحی تھے۔

سمینار میں دعوت وتبلیغ کے کارواں کو منظم طریقے سے آگے بڑھانے اور دین و سنیت کے فروغ واستحکام کے لیے عہد حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر کام کرنے پر زور دیا گیا اور نشست کے آخر میں یہ بھی طے پایا کہ وقت ضرورت شرکا حضرات سے ہر طرح کی دینی علمی، قلمی اور تحریری خدمات حاصل کی جائیں گی۔ تمام شرکا نے اس تجویز پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا۔ سمینار کے ۲ر مہینے بعد کولکاتہ سے میرے پاس ایک پمفلٹ آیا جو غیر مقلدوں کی طرف سے شائع ہوا تھا، اس میں لکھا تھا کہ ”حدیث کی رو سے قربانی ۴ر دن تک ہوسکتی ہے اور ۴ر دن قربانی جائز ہے۔“

مولانا امتیاز احمد وارثی نے احقر سے اس کا جواب لکھنے کو کہا اور ہدایت بھی کی کہ ”جواب صرف حدیث اور اصولِ حدیث کی روشنی میں ہونا چاہیے، کیوں کہ اہل حدیث حضرات (غیر مقلدین) حدیث کی کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب کو نہیں مانتے ہیں۔“ بات معقول تھی، اگرچہ مجھ جیسے ناکارہ علم وفہم رکھنے والے کے لیے یہ کام بہت دشوار تھا، تاہم میں نے جواب لکھنے کی حامی بھر لی۔ اس کے بعد حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اپنے موقف (۳ر دن قربانی) سے متعلق اچھا خاصا مواد اکٹھا کر لیا اور تقریباً ۱۵ر دن کی شب وروز محنت اور جان توڑ کوشش کے بعد ایک مبسوط مقالہ قلم بند کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ الحمدللہ!

ع　　شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

بغرض اصلاح مفکر اسلام حضرت علامہ عبد المبین نعمانی دام ظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے ترمیم واصلاح فرمائی۔کلماتِ تحسین سے نوازااوراشاعت کامشورہ بھی دیا۔ میں حضرت کا سراپا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر نصیب فرمائے۔ اس وقت کتابی شکل میں مقالے کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی، اس طرح یہ مقالہ دو سال تک فائل میں پڑا رہا۔ بھلا ہو عزیزم مولوی محمد علی رضا سلمہ (سیتا مڑھی) متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا جن کے پیہم اصرار سے مقالہ کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا۔عزیز القدر علی رضا سلمہ اپنے سینے میں دین کا سچا درد رکھنے کے ساتھ، تعمیری ذہن اور تنظیمی فکر کے بھی مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں دین کا بے لوث خادم بنائے۔

کتاب کو ظاہری ومعنوی اعتبار سے سجانے اور سنوارنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اوراس کے لیے جو مشقتیں اٹھانی پڑی ہیں وہ احقر ہی جانتا ہے۔ اپنے موقف کے اثبات میں علمائے احناف و کتب فقہ حنفی سے قصداً اغماض برتا گیا ہے اور بالعموم وہی کتابیں ماخذ اور حوالے کے طور پر پیش کی گئی ہیں جو غیر مقلدین کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی غلطی دیکھیں تو اطلاع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

استاذ گرامی فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد معراج القادری مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتاب کا مطالعہ کیا، بیش قیمت اصلاح فرمائی اور اپنے گراں قدر تاثر سے نوازا، میں جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے۔ میں حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں امتنان وتشکر کا گلدستہ بڑے ادب کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جماعت اہل سنت پر آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

محمد طفیل احمد مصباحی

خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ

قربانی کیا ہے:

اس سوال کا جواب قدرے تفصیل کے ساتھ یہ ہے کہ قربانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں طاعات وعبادات کے ذریعے قربت حاصل کرنے کا نام ہے۔ یعنی عملی اور شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ احکام وقوانین کے آگے سرِتسلیم خم کردینا ہی قربانی کی غرض وغایت اور اس کا مقصدِ اصلی ہے۔ قربانی زندہ قوموں کی علامت، انبیاے سابقین کی سنت اور پورے انسانی معاشرے کی فلاح وبہبود اور دینی واُخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ قربانی خواہ جان کی ہو یا مال کی یا کسی اور چیز کی وہ بہرحال کامیابی وسرخروئی کا ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ قربانی قحط زدہ انسانی معاشرے کو لالہ زار اور سرسبز وشاداب بناتی ہے۔ راہِ خدا میں جان ومال کی قربانی پیش کیے بغیر ہمارے ایمان کی کھیتی میں ہریالی نہیں آسکتی۔ قربانی کے ساتھ دین وایمان گویا ایک ہرا بھرا درخت ہے اور قربانی کے بغیر دین وایمان ایک سوکھا درخت۔ دین اگر جسم ہے تو قربانی اس کی روح ہے۔ خداے قادر وقیوم کے حضور جان ومال کی جس قدر قربانیاں پیش کی جائیں گی اسی حساب سے ہمیں اس کا اجر وثواب بھی ملے گا۔ قربانی لوگوں کی تقدیر کا فیصلہ کرتی ہے اور زوال آمادہ قوموں کو عروج وارتقا اور عظمت ورفعت کے ساتویں آسمان تک پہنچاتی ہے۔

دین وشریعت میں قربانی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ قربانی کو ایک رسمی تہوار یا صرف گوشت کھانے کی عید سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ قربانی ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ محنت ومشقت میں ڈوب کر ہر حال میں احکامِ الٰہی کی پابندی اور راہِ خدا میں سب کچھ لٹا دینے کا نام قربانی ہے۔ ”عظمت اسلام ومسلم صرف قربانی میں ہے۔“ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ قربانی عظمت ورفعت اور کامیابی وسرخروئی کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔ اہل ایمان نے جب قربانی کی حقیقت واہمیت کو سمجھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا، اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کا دور دورہ رہا، حکومت واقتدار ہمارے ہاتھوں میں تھا، دنیا پر ہماری حکومت تھی۔ لیکن جب سے قربانی کا جذبہ ماند پڑ گیا، مسلمانوں کی ذلت وپسپائی کا دور شروع ہوگیا اور عظمت ورفعت کے بجاے ذلت ونکبت مسلمانوں کی تقدیر ٹھہری۔

قربانی کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

"قربانی" یہ لفظ قرب سے بنا ہے اور عربی میں قربؔ کا معنیٰ ہے: "قریب ہونا، نزدیک ہونا" اور قربانی کے ذریعہ چوں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی طلب کی جاتی ہے، اس لیے اسے "قربانی" کہتے ہیں۔ اردو زبان میں "قربانی" کا معنیٰ ہے "حلال ذبیحہ جس کو خاص عیدالاضحیٰ کے موقع پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔" جب کہ عربی زبان میں اسی مفہوم کی ادائیگی یا کسی دوسری شکل میں نذر خداوندی کے لیے "قربان" بغیر یاؔ کے مستعمل ہے۔ قرآن شریف میں حضرت آدم کے دونوں فرزند ہابیل اور قابیل کے قصے میں "قربان" کا لفظ آیا ہے۔

آیت کریمہ: "**واتل علیھم نبا ابنی اٰدم بالحق اذقربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاٰخر**"

ترجمہ: اور آپ پڑھ کر سنائیے انھیں (یہود) آدم کے دو بیٹوں کی خبر ٹھیک ٹھیک، جب دونوں نے قربانی دی تو ایک سے قربانی قبول کی گئی اور دوسرے سے نہیں۔

جسٹس پیر کرم شاہ ازہری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قربانی سے مراد کوئی جانور نہیں جو ذبح کیا گیا ہو بلکہ محض نذرِ خداوندی۔ خواہ جنس کی شکل میں ہو یا کسی جانور کی صورت میں۔" (تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول، ص: ۴۶۰)

المعجم الوسیط ص: ۷۲۳/ر میں ہے:

القربان کل ما یتقرب به إلیٰ الله عزوجل من ذبیحة وغیرها.

قربانؔ ہر اس کام کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جا سکے خواہ وہ ذبیحہ کی شکل میں ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شکل میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف جانور ذبح کرنے کا نام ہی نہیں بلکہ تقرب الٰہی کے پیش نظر جو بھی نیک نام کیا جائے وہ قربانی میں شمار ہوگا، اور اصطلاحِ شریعت میں قربانی ایک مالی عبادت کو کہتے ہیں۔ خاص جانور کو خاص دنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثواب اور تقرب کی نیت سے ذبح کرنا یہ قربانی کا اصطلاحی معنیٰ ہے۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وھی فی الشرع اسم لحیوان مخصوص بسن مخصوص یذبح بنیۃ القربۃ فی یوم مخصوص. (فتاویٰ عالم گیری، ۵/ ۲۹۱)

قربانی کے اسباب اور حکمتیں:

من جانب اللہ بندوں پر جتنے بھی احکام اور قوانین مقرر ہوا کرتے ہیں، ان کے پس منظر میں بہت ساری حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوا کرتی ہیں خواہ بندے کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔

احکامِ الٰہی کے انھیں رموز واسرار سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے "علمِ اسرارِ شریعت" کا وجود ہوا۔ ظاہری اعتبار سے قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس میں نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ جانور کو خریدنا، روپیہ خرچ کرنا اور پھر اسے ذبح کر دینا بظاہر جان و مال کا ضیاع نظر آتا ہے، لیکن باطنی اعتبار سے دیکھیں تو قربانی کے بے پناہ فائدے ہیں۔ مثلاً اسوۂ ابراہیمی کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے فلسفے پر عمل کرنا، اخوت و بھائی چارگی اور غربا پروری کا فروغ و استحکام، پورے مسلم معاشرے میں ایثار و ہم دردی، تقویٰ اور پرہیزگاری کو عملاً رائج کرنا وغیرہ۔

قربانی ایک عالم گیر عبادت ہے۔ دین اسلام کے علاوہ یہودیت و نصرانیت میں بھی قربانی کی روایت پائی جاتی ہے۔ البتہ ناموں کا فرق ہے۔ کسی نے قربانی کو "بلیدان" کہا، کسی نے "نزوان" کا نام دیا تو کسی نے "اضحیہ" اور "قربانی" سے اس عبادت کو موسوم کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

"ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام والٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین." (سورۃ الحج، ۱۷/ ۲۴)

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تا کہ وہ اللہ کا نام لے اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر اور تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے

آگے گردن جھکاؤ اور خوش خبری سنادو تواضع اختیار کرنے والوں کو۔

مذکورہ قرآنی ارشاد سے واضح ہوگیا کہ قربانی ایک پرانی رسم ہے۔ گزشتہ قوموں میں بھی قربانی کا رواج تھا، ہر ایک امت اپنے مذہبی اصول کے مطابق فریضۂ قربانی ادا کرتی تھی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

"یہ سچ ہے کہ ماسبق میں بعض انبیاے کرام کے دور کی قربانیاں شرارے دار آگ کے ذریعے جلا دی جاتی تھیں۔ قربانی کے ذبح شدہ جانوروں کی طرح مالِ غنیمت بھی اسی طرح بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جاتے تھے اور اختلاف کی صورتوں میں اسی طریقے سے مقبول اور غیر مقبول قربانیوں میں فرق بھی کیا جاتا تھا۔ جو اپنی بات میں سچا ہوتا اس کی قربانی کو آگ جلا ڈالتی تھی۔ چناں چہ جب ہابیل و قابیل کا ایک عورت عقیمہ کے بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ کس کے لیے حلال ہے؟ تو ان دونوں نے قربانیاں ہی پہاڑ پر رکھیں اور ہابیل کی قربانی مقبول ہوئی اور بہت سے انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اسی طرح قربانیاں رب تعالیٰ کے حضور پیش فرماتے رہے۔" (تفسیر نعیمی، ج:۴،ص:۴۲۶)

اس اقتباس سے دو باتیں خاص طور سے معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قربانی کی رسم گزشتہ اقوام میں بھی پائی جاتی تھی اور بہت سے انبیاے کرام اپنے رب کی بارگاہ میں قربانی کا نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ پچھلی امتوں میں قربانی پیش کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ قربانی کے گوشت پہاڑ پر رکھ دیے جاتے تھے اور جو اپنی بات میں سچا ہوتا آگ اس کی قربانی کو جلا ڈالتی تھی۔

جب قربانی پچھلی امتوں میں بھی رائج تھی تو بھلا امت محمدیہ (جو تمام امتوں میں افضل ہے) اس فضل وشرف اور قربانی جیسی اہم عبادت سے کیسے محروم رہ سکتی تھی؟ اس لیے امت محمدیہ پر بھی قربانی واجب کی گئی تاکہ دیگر اقوام کے ساتھ امت محمدیہ اس مبارک فریضہ پر عمل کرنے سے محروم نہ رہ جائے۔

قربانی کا ایک اہم سبب غریبوں کی مدد اور محتاجوں کی ضرورت کی تکمیل بھی ہے۔ شریعت اسلامی نے ہمیں قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے، دوسرا حصہ غریبوں اور محتاجوں کے لیے اور تیسرا حصہ دوست واحباب اور رشتہ داروں کے لیے۔ (یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب کے درجے میں ہے) اس طرح گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا مقصد جہاں غریب اور کمزور لوگوں کو مدد پہنچانا ہے وہیں "صلہ رحمی" کے جذبے کو مسلم معاشرے میں فروغ دینا بھی ہے۔ جو معاشرہ اخوت و بھائی چارگی اور جذبۂ صلہ رحمی سے خالی ہو اسے "حیوانی معاشرہ" تو کہا جاسکتا ہے مگر "انسانی معاشرہ اور صالح معاشرہ" ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار کے طور پر قربانی کا حکم دیا گیا ہے تاہم اس میں یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ مسلمان صرف یہی ایک سنت ابراہیمی پر عمل پیرا نہ ہوں بلکہ مسلمان اسوۂ ابراہیمی کو مکمل طور سے اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے مولیٰ کی خاطر جان و مال اور اپنی اولاد کی قربانی پیش کی تھی، دہکتے ہوئے آگ میں کود گئے تھے اور خدا کے حکم پر اپنی بیوی اور بچوں کو بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ آئے تھے، اسی طرح مسلمان بھی اپنے رب کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کردے اور مرضیِ مولیٰ کے آگے اپنی مرضی کو چھوڑ دے اور حتی الامکان احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کے لیے تیار رہے۔

؎ یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہی وہ بلند و بالا مقاصد اور حکمتیں ہیں جن کے تحت امت محمدیہ کے مال داروں پر قربانی واجب قرار دی گئی ہے۔

تمام عبادات میں قربانی:

نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقۂ فطر غرض کہ تمام اسلامی عبادات میں قربانی پائی جاتی ہے۔ نماز اس میں جان کی قربانی اور عیش و آرام کی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پنج وقتہ نمازیں مقرر فرمائیں۔ فجر کے وقت جب پوری دنیا عیش و آرام اور

میٹھی نیند میں مست رہتی ہے، اس وقت ایک بندۂ مومن اذان کی آواز سن کے بیدار ہوتا ہےاوراپنے رب کی رضا کے لیےعیش وآرام اوراپنی میٹھی نیندکوقربان کردیتا ہے۔ ظہر کے وقت لوگ کاروبارِزندگی میں مصروف اورزیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مگر ایک سچا مسلمان سب کچھ چھوڑ کر خدا کی عبادت کے لیے مسجد روانہ ہوجاتا ہے۔ پھر عصر اور مغرب کا وقت آتا ہے، کاروبار سے جسم چور اور دماغ تھک جاتا ہے، دل میں آرام کی خواہش ہوتی ہے مگرایک بندۂ مومن اپنی خواہش کوٹھکرا دیتا ہےاورنماز کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

آخر میں عشا کاوقت آتا ہے جوسب سے نازک وقت ہوتا ہے، بےاختیارآرام کرنے اورمیٹھی نیند لینے کو جی چاہتا ہے مگر بندہ یہاں بھی اپنی تمام خواہشات کوقربان کر کےنماز کے لیے مسجد کارخ اختیارکرتا ہے۔

روزہ اس میں جان اوربھوک پیاس کی قربانی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ امتحان لیتا ہے کہ میری نعمتوں سے گیارہ ماہ فائدہ اٹھانے والے میری خاطرایک ماہ بھوک اور پیاس کی مشقت برداشت کرسکتا ہے کہ نہیں؟

زکوٰۃ وصدقات میں مال ودولت کی قربانی ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنی گاڑھی کمائی کا کچھ حصہ غریبوں اورمسکینوں پرصرف کردیتا ہے۔ اس سے بڑی قربانی اورکیا ہوسکتی ہے؟

اسی طرح حج میں جان اور مال دونوں کی قربانی ہے۔اس عبادت میں حاجی پہلے اپنی جان ومال اورقیمتی وقت کی قربانی دیتا ہے۔اپنے اہل وعیال اوردوست احباب کی جدائی کا صدمہ الگ برداشت کرتا ہے۔غرض کہ اسلامی عبادات میں ہمیں ہرجگہ قربانی کے جلوے نظرآتے ہیں۔ قربانی صرف جانور ذبح کرنے کا نام نہیں، بندہ اپنے مفادات اورخواہشات کوٹھکرا کر جوکام بھی اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہے وہ قربانی کہلاتا ہے۔

قربانی کا مقصد:

مسلمانوں پر قربانی واجب کرنے کا بنیادی مقصد ان کے اعمال وافعال کو جانچنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قربانی کے ذریعے اپنے بندوں کی نیت اور اخلاص کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے وہ بندوں سے خون اور گوشت پوست کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ اسے ان چیزوں کی کوئی ضرورت ہے۔ وہ ذاتِ پاک ہم سے صرف اخلاص، تقویٰ اور حسن نیت طلب کرتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں صاف اعلان فرمادیا ہے:

"لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماءھا ولٰکن ینالہ التقوٰی منکم"

(سورۃ الحج، ٣٤)

ترجمہ: اللہ کو ہرگز قربانی کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ تمہاری پرہیز گاری اللہ تک پہنچتی ہے۔

لہٰذا قربانی میں خلوص، حسن نیت اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی بہت ضروری ہے ورنہ ہماری قربانی خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوگی۔ نام ونمود اور شہرت و نام وری کی خاطر قربانی کرنے سے بچیں ورنہ سرے سے قربانی ہوگی ہی نہیں۔ ریاکاری بہت بڑا جرم ہے، حدیث پاک میں ریاکاری کو "شرک اصغر" کہا گیا ہے۔

قربانی میں ایک حصہ ہی لیں مگر خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ، چار پانچ حصے لینا یا پوری گائے کی قربانی کرنا اور مقصد نام ونمود اور ریاکاری ہو تو ایسے عمل سے ہمیں ثواب کے بجائے عذاب ملے گا، اور قربانی بھی نہیں ہوگی۔

تین عیدوں کا تحفہ:

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو تین عیدوں کا خاص تحفہ عطا کیا ہے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ عیدوں کی عید ہے جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تمام مسلمانانِ عالم آج کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشیاں مناتے ہیں اور اپنے خالق ومالک کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری ہدایت

ورہنمائی کے لیے آسمانِ نبوت کے بدرِکامل کو مبعوث فرمایا۔
عیدالفطر یہ روزۂ رمضان ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام اور جہنم سے آزادی کا پروانہ ملنے کا دن ہے۔ رمضان المبارک یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنے کا نام ہے اور عید اس عمل کا ثمرہ ہے۔ روزۂ رمضان کی مشقتیں برداشت کرنے والی مسلم قوم اس بات کی مستحق ہے کہ وہ عید منائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام واکرام اور الطاف ونوازش کو پاکر خوشیوں کا اظہار کرے۔
عیدالاضحیٰ (قربانی کی عید) مسلمان اس عید کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یادگار کے طور پر مناتے ہیں۔ آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کر دیا تھا، اطاعت رب اور تسلیم ورضا کی وہ مثال قائم کی تھی کہ دنیا آج بھی حیران ہے۔ مسلمان آج کے دن اسی واقعۂ خلیلی کی یاد تازہ کرتے ہیں، قربانیاں کرتے ہیں، اپنے رب کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اسی ایثار وقربانی کا جذبہ اپنے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ عید شکرانے کی عید ہے، تکبیر وتہلیل کی عید ہے، اور خدا کی راہ میں جان ومال کی قربانی پیش کرنے کی عید ہے۔
اس مبارک عید میں مسلمان اپنے رب سے اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ عیدالاضحیٰ کو صرف گوشت کھانے کا تہوار سمجھنا غلط ہے۔ سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنا، طاعت رب اور رضائے مولیٰ کا بھولا ہوا سبق یاد کرنا ہی عید الاضحیٰ کی حقیقت ہے۔

قربانی کا وجوب:

قربانی صاحب استطاعت (مالک نصاب) یعنی مال داروں پر واجب ہے۔ قربانی کا وجوب خود حدیث پاک سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”من كان له سعة ولم

يضحح فلا يقربن مصلٰنا"

(سنن ابن ماجه، ص: ٥٣٤، دار احياء التراث، بيروت)

ترجمہ: جس کے اندر قربانی کی استطاعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ یہ زجر و توبیخ اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔ ہمارے امام اعظم کے نزدیک مال داروں پر قربانی واجب ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

فتجب التضحية على حر مسلم مقيم موسر عن نفسهٖ.

(تنوير الابصار علىٰ ردالمحتار ٩/ ٤٥٧)

قربانی کس پر واجب ہے؟:

قربانی آزاد، مقیم اور صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے۔ اور یہی چیزیں قربانی واجب ہونے کے لیے شرط ہیں، لہٰذا غیر مسلم، غلام، مسافر اور فقیر پر قربانی واجب نہیں، قربانی واجب ہونے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، اگر عورت مال نصاب ہو تو مرد کی طرح عورت پر بھی قربانی واجب ہے۔ نہ خود نابالغ بچہ یا بچی پر قربانی واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے والدین پر واجب ہے۔ اسی طرح مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر نفل کے طور پر کرے تو یہ جائز ہے اور وہ ثواب کا مستحق ہے۔

جو مال دار حج کے لیے گیا ہو اگر چہ وہ مال دار ہے مگر مسافر ہونے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہیں۔

مال دار ہونے کا کیا مطلب؟:

قربانی صرف مال داروں پر واجب ہے، جو شخص مال دار نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں، مال دار کون لوگ ہیں؟ اس کے متعلق حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مال داری سے مراد وہی ہے جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں

جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت (اصلیہ) کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہے وہ غنی (مال دار) ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔" (بہارِ شریعت ۳/حصہ:۱۵،ص:۱۳۳)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

فالغنی فی الأضحیة ماهو الغنی فی صدقة الفطر.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۳/ ۳٤٤)

یعنی جس مال دار پر صدقۂ فطر واجب ہے، اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی "مال دار" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بأن ملك مائتی درهم أو عرضا یساو یها.

(ردالمحتار، ۹/ ٤٥٢، کتاب الأضحیة)

یعنی جو شخص دوسو درہم یا اس کے برابر سامان کا مالک ہو وہ غنی اور مال دار ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ قربانی نہ کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔

قربانی کا وقت:

کتب حنفی کے متون وشروح میں یہ مسئلہ صاف لفظوں میں درج ہے کہ قربانی کا وقت صرف تین دن ہے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وقت الأضحیة ثلاثة أیام، العاشر والحادی عشر والثانی عشر، أولها أفضلها وآخرها أدونها ویجوز فی نهارها ولیلها بعد طلوع الفجر من یوم النحر إلیٰ غروب الشمس من الیوم الثانی عشر إلا أنه یکره الذبح فی اللیل.

(فتاویٰ عالم گیری، ٥/ ٢٩٥، زکریا بك ڈپو)

ترجمہ: قربانی کا وقت تین دن ہے۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ تک (جسے ایامِ نحر کہا جاتا ہے) اور یہ وقت دسویں ذی الحجہ طلوعِ صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے

اور بارہویں ذی الحجہ سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے۔قربانی کے لیے سب سے افضل پہلا دن ہے اورسب سے ادنیٰ آخری دن (۱۲؍ذی الحجہ) ہے۔ان تین ایام کے اندر قربانی کسی وقت بھی ہوسکتی ہے۔دن میں بھی اور رات میں بھی مگر رات میں قربانی کرنا مکروہ ہے۔

دسویں ذی الحجہ کی رات میں (جس کی صبح عید الاضحیٰ ہوتی ہے) میں قربانی جائز نہیں کیوں کہ یہ وقت سے پہلے قربانی کی ادائیگی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

ولا تجوز التضحية فی اللیلة العاشرة من ذی الحجة لانها تضحية قبل الوقت. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۳/ ۳٤٥)

ایامِ تشریق وتکبیر تشریق:

گیارہ سے تیرہ ذی الحجہ تک تین دنوں کو ”ایامِ تشریق“ کہتے ہیں۔گیارہ اور بارہ ذی الحجہ یہ ایام نحر (قربانی کے دن) اور ایام تشریق دونوں ہیں۔۱۰؍ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے، یوم التشریق نہیں اور تیرہویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے، یوم النحر نہیں۔

(بہارِ شریعت، حصہ:۱۵،ص:۱۳۶)

نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز پنج گانہ کے بعد (جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو) ایک بار بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔

تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

شہر اور دیہات میں قربانی کا وقت:

شہر میں قربانی کے لیے شرط ہے کہ وہ نماز عید کے بعد ہو، نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چوں کہ نماز عید نہیں ہوتی، اس لیے یہاں طلوعِ فجر کے بعد قربانی ہوسکتی ہے۔شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہو چکنے کے بعد قربانی کی

جائے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد قربانی کی جائے۔
(بہارِشریعت ۳/ ۱۵، المجمع المصباحی، مبارک پور)
اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہوجانے کے بعد قربانی جائز ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ عید گاہ میں نماز ہوجائے جب ہی قربانی کی جائے۔ بلکہ کسی مسجد میں عید کی نماز ہوگئی اور عید گاہ میں ابھی نہیں ہوئی تب بھی قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانور:

قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: (۱) اونٹ، (۲) گائے، (۳) بکری۔
ان تین قسم کے جانوروں میں نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا حکم یکساں ہے یعنی سب کی قربانی جائز ہے۔ بھینس یہ گائے میں داخل ہے، بھیڑ اور دنبہ یہ بکری میں داخل ہیں۔ قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلے میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اونٹ پانچ سال کا ہو، گائے دو سال کی ہو اور بکری ایک سال کی۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں۔
قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی ضروری ہے۔ کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہے اور وہ قربانی کرنے کے بجائے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردے تو یہ کافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایامِ نحر میں قربانی کرنا افضل ہے اتنی ہی قیمت کے صدقہ کرنے سے۔ کیوں کہ قربانی واجب ہے اور صدقہ کرنا واجب نہیں۔ جس جانور کی قربانی واجب تھی، ایامِ نحر گزر جانے کے بعد اسے بیچ دیا گیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ قربانی کا جانور مر جائے تو مال داروں پر واجب ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔
قربانی کا مقصد رضائے الٰہی اور تقرب ہونا چاہیے۔ نام ونمود اور صرف گوشت حاصل کرنا یا تجارت کرنا قربانی کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ فقہاے کرام بیان کرتے ہیں کہ گائے کے شرکا میں ایک شخص کا مقصد قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔ (بہارِشریعت، ۳/ ۱۴۳، حصہ: ۱۵)

شرکاے قربانی میں سے ایک کا انتقال ہوجائے تو میت کے وارثین سے قربانی کی اجازت ضروری ہے، وارثین کی اجازت کے بغیر دیگر شرکا نے قربانی کی تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔

کن جانوروں کی قربانی جائز ہےاور کن کی نہیں؟:

قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے، اگر تھوڑا سا عیب ہے تو قربانی ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ اگر زیادہ عیب ہوتو سرے سے قربانی ہوگی ہی نہیں۔

پیدائشی طور سے جس جانور کے سینگ نہ ہوں، اس کی قربانی جائز ہے۔ سینگ تھا مگر ٹوٹ گیا تو اگر سینگ گدی تک ٹوٹا ہے تو ناجائز ہےاوراس سے کم ٹوٹا ہےتو قربانی جائز ہے۔ جو جانور اس حد تک پاگل ہو کہ چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں اوراس حد کا نہ ہوتو جائز ہے۔ جس جانور کو خصی کردیا گیا ہو اور وہ مجبوب ہو یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ دیے گئے ہوں، ان کی قربانی جائز ہے۔ (بہارِشریعت ۳/حصہ ۱۵)

اسی طرح بھینگے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ البتہ اندھااور کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو، اس کی قربانی جائز نہیں۔

جانور اتنالاغر اور کمزور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں مغز (گودا) نہ ہو یا اتنا لنگڑا ہو کہ قربان گاہ تک خود چل کر نہ جاسکتا ہو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہے۔

جس جانور کے کان یا دم عضو تہائی سے زیادہ کٹے ہوں، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر کان یا دم عضو تہائی سے کم کٹے ہوں تو قربانی جائز ہے۔

نیل گائے اور ہرن کی قربانی جائز نہیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

لا یجوز البقر الوحشی.

جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں، جس کی ناک کٹی ہو اور خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو، ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ (بہارِشریعت ۳، حصہ: ۱۵، ص: ۱۴۰)

ذبح سے پہلے جانور سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، جانور کے بال اپنے کام کے لیے کاٹ لینا یا دودھ دوھنا مکروہ وممنوع ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور پر سوار ہونا، اس پر کوئی چیز لادنا یا اس کو اجرت پر دینا منع ہے۔

بہتر ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں، ایک حصہ غریب ومسکین کے لیے، ایک حصہ دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ گھر والوں کے لیے۔ اگر اہل وعیال اور بال بچے زیادہ ہوں تو بہتر ہے کہ سارا گوشت اپنے گھر کے لیے رکھ لیں۔ قربانی کا گوشت کفار ومشرکین کو نہ دیں، قربانی کا چمڑا، اس کی جھول، رسی اور گلے کا ہار ان تمام چیزوں کو صدقہ کر دیں۔ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لانا بھی جائز ہے۔ مثلاً چمڑے کی جاے نماز، مشکیزہ، دسترخوان اور ڈول بنانا جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، ج:۳)

چرم قربانی کے احکام:

قربانی کے چمڑے کو اپنے لیے نہیں بیچ سکتے، اگر بیچ دیں تو اس کی قیمت صدقہ کر دیں۔ چرم قربانی کی رقم مسجد میں لگا سکتے ہیں، اسی طرح قبرستان اور مدارس دینیہ کی تعمیر میں لگانا جائز اور ثواب کا کام ہے۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں: چرم قربانی مسجد و مدرسہ دینیہ اہل سنت میں دینا بھی ثواب کا کام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ۸/ ۴۸۴، رضا اکیڈمی، ممبئی)

قربانی کے مستحبات:

مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور فربہ (موٹا تروتازہ)، خوب صورت اور بڑا ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

إن احب الضحايا إلىٰ الله أغلاها وأسمنها. (سنن کبریٰ. ۹/ ۲۷۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ موٹی اور تروتازہ ہو۔

ذبح سے پہلے خوب اچھی طرح چھری تیز کرلیں مگر جانور کے سامنے تیز نہ کریں اور ذبح کے بعد جب تک کہ جانور ٹھنڈا اور بے حس وحرکت نہ ہوجائے اس کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کریں بشرطیکہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو۔ ورنہ دوسروں سے ذبح کرائیں مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ قربانی کے وقت وہاں حاضر رہیں۔ قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں سے کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ کیوں کہ ان سب چیزوں کو اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنیٰ میں ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ:۱۵، ص:۱۴۳)

اپنے مُردوں کی طرف سے بھی قربانی جائز اور اجر وثواب کا کام ہے۔ قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ مال داروں کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کرنا واجب ہے خواہ منت ماننے والا فقیر ہو یا مال دار، دونوں کا حکم ایک ہے کہ نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ مال داروں کو کھلا سکتا ہے۔ شرکاے قربانی میں وزن سے گوشت تقسیم کریں، اندازے سے نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے گوشت کھائے، اس سے پہلے دوسری کوئی چیز نہ کھائے۔

قربانی کرنے والے کے لیے چاند دیکھ کر قربانی کرنے تک سر نہ منڈوانا، بال اور ناخن نہ ترشوانا مستحب ہے۔ قربانی کا گوشت دھو کر پکائیں، ایسے نہ کھائیں۔

اگر بکری کی قیمت اور گوشت، گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہو تو بکری کی قربانی افضل ہے۔ اور اگر گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے کی قربانی افضل ہے۔

درمختار میں ہے:

الشاة افضل من سبع البقرة إذا استو يا في القيمة واللحم.

(فتاویٰ شامی، ۹/ ٤٦٦)

جس پر قربانی واجب ہے وہ اپنے نام سے قربانی کریں، اپنے مرحومین کے نام سے نہیں ورنہ ذمہ سے واجب ادا نہ ہوگا۔

قربانی کے جانور نے ذبح سے پہلے بچہ دیا تو بچے کو بھی اس کے ساتھ ذبح کر دیں۔مگراس کا گوشت نہ کھائیں بلکہ صدقہ کردیں اوراگر گوشت کھالیں تو اس کی قیمت صدقہ کریں۔ (فتاویٰ شامی، ۹/ ٤٦٧)

قربانی کا طریقہ:

قربانی سے پہلے جانور کو چارہ پانی دیں، اسے بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح نہ کریں۔اس کے بعد جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہواوراپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھیں اور تیز چھری سے ذبح کردیں۔ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ. پڑھ کر ذبح کردیں۔

اگرقربانی اپنی طرف سے ہوتو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَام وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اوراگر دوسرے کی طرف سے ہوتو ”مِنِّیْ“ کی جگہ ”من فلاں بن فلاں“ کہیں یعنی تمام شرکاے قربانی کا نام لیں۔

قربانی صرف تین دن:

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے ساتھ قربانی کا بھی حکم دیا۔قرآن کا ارشاد ہے:

”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ“

ترجمہ:اپنے رب کے لیے نماز پڑھواور قربانی کرو۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیاری سنت ہے جو امت محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم کے لیے باقی رکھی گئی اور مال داروں پر واجب قرار دی گئی۔
قرآن مقدس نے ہمیں قربانی کا حکم تو دیا لیکن قربانی کب سے کب تک کی جائے؟ جانوروں کی نوعیت اور ان کی عمر کتنی ہو؟ قرآن نے اس کی تفصیل نہیں بتائی، ان تمام چیزوں کی تفصیل ہمیں احادیث طیبہ سے معلوم ہوئی۔ صرف اسی ایک مثال سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دین اسلام کی تعلیمات اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے صرف قرآن ہی کافی نہیں، بلکہ قرآن کی شرح "احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کی بھی ضرورت ہے۔ حدیث کو بالائے طاق رکھ کر ہم دینی احکام کا فریضہ کما حقہ انجام نہیں دے سکتے۔ لیکن "الاحادیث مضلة الا للعلماء" (احادیث قدموں کو پھسلا دیتی ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر دیتی ہیں سوائے علما کے) کے مطابق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وارشادات یعنی احادیث طیبہ سے براہِ راست کوئی دینی حکم اور شرعی مسئلہ اخذ کرنا، یہ ہرایرے غیرے کا کام نہیں بلکہ یہ کام ائمۂ مجتہدین اور بالغ نظر فقہا کا ہے جن کی قامتِ زیبا پر اجتہاد اور رسوخ فی الدین کی قبا راس آتی ہے۔
علمائے کرام وفقہائے عظام علوم وفنون میں ماہر اور دینی بصیرت سے مالا مال ہوا کرتے ہیں اور خداداد قوتِ اخذ واستنباط سے اس بات کے اہل ہوتے ہیں کہ احادیث طیبہ کے سمندر میں غوطہ لگا کر الفاظ کے صدف سے گوہر مقصود (معانی ومسائل) نکال سکیں۔ اس لیے شرعی اصول کے مطابق کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ اقوالِ ائمہ وارشاداتِ فقہا کو بھی پیش نظر رکھیں۔ ورنہ ہم قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے اور ہدایت یافتہ ہونے کے بجائے گمرہی کے سند یافتہ کہلائیں گے۔
صرف "حدیث حدیث" کی رٹ لگانے اور بات بات پر محدثین کا کلام پیش کرنے سے بھی کام نہیں چلے گا بلکہ علمائے کرام وفقہائے عظام کے دامن سے بھی وابستہ ہونا پڑے گا، کیوں کہ شرعی مسائل اور دینی احکام کی باریکیوں سے یہی علما وفقہا واقف ہوا کرتے ہیں۔
ابھی چند ہفتہ پہلے نام نہاد اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کی جانب سے کولکاتہ میں

ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے اور اس میں بڑی شد و مد کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قربانی ۴/ دن تک ہوسکتی ہے اور دلیل میں "تفسیر ابن کثیر" کا حوالہ دے کر امام شافعی کے مسلک کا سہارا لیا گیا ہے۔ لیکن دقت نظر اور گہرائی کے ساتھ اس حقیقت کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حافظ ابن کثیر اور ان کی تفسیر کو محض آڑ بنایا گیا ہے ورنہ ۴/ دن قربانی کا یہ نظریہ درحقیقت "نیل الاوطار" کی صدائے بازگشت ہے، جس میں غیر مقلدین کے مشہور اور معتمد عالم قاضی شوکانی نے بڑی شد و مد کے ساتھ ۴/ دن قربانی جائز ہونے کی بات کہی ہے اور اس موقف کی پرزور وکالت بھی کی ہے۔ دعویٰ سے متعلق اس پمفلٹ کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

"قربانی کرنی اگرچہ یوم النحر یعنی بقرعید والے دن سب سے بہتر ہے، لیکن اس کے بعد بھی قربانی کرنی جائز ہے۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کتنے دن تک جائز ہے؟ حدیث شریف کی رو سے بقرعید (۱۰/ ذی الحجہ) کے بعد تین دن یعنی ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ تک قربانی ہوسکتی ہے۔"

حیرت ہوتی ہے اہل حدیث حضرات کی دورنگی پر کہ ائمۂ اربعہ کی تقلید کو ناجائز و حرام بتاتے ہیں، ائمہ اور مقلدین کو برا بھلا کہتے ہیں، لیکن جہاں گاڑی پھنستی ہے اور اپنی بات منوانے کی نوبت آتی ہے تو امام شافعی، ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن قدامہ حنبلی وغیرہ کا سہارا لیتے ہیں۔

؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراپا موم یا پھر سنگ ہو جا

بحث و مباحثہ کے دوران اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل حدیث حضرات چیخ چیخ کر اپنے مدمقابل (سنی و حنفی مقلد) سے کہتے ہیں کہ فلاں مسئلہ قرآن میں کہاں ہے؟ بخاری میں کہاں ہے؟ صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی) میں کہاں ہے؟ غرض کہ جو چیز قرآن سے ثابت نہ ہو یا جس مسئلے کا ثبوت صحاح ستہ سے نہ ہو وہ غیر مقلدین کے نزدیک مردود اور ناقابل عمل ہوا کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا

اسلامی تعلیمات اور شرعی احکام کا ماخذ اور منبع صرف صحاحِ ستہ ہی ہیں؟ صحاحِ ستہ کے علاوہ کیا حدیث کی دوسری کتابیں جو سیکڑوں کی تعداد میں ہیں نا قابل استدلال ہیں؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ ایک فریب، دھوکہ اور شطرنجی چال ہے، جو اہل حدیث حضرات اپنے مسلکی حریف (سنیوں اور حنفیوں) کے ساتھ چلتے ہیں۔

غیر مقلدین سے میرا بنیادی سوال یہی ہے کہ ان کے دعوے کے مطابق یعنی "حدیث کی رو سے قربانی ۴؍دن تک ہوسکتی ہے۔" اگر یہ دعویٰ واقعی صحیح ہے تو وہ پہلے قرآن سے اس کی دلیل پیش کریں یا پھر صحاحِ ستہ سے دلیل دیں اور صحاحِ ستہ ہی سے کوئی ایسی حدیث پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ واقعی قربانی ۴؍دن (بقرعید کے بعد تین دن) تک ہوسکتی ہے۔ اور میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ اہل حدیث حضرات قیامت تک اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ صحاحِ ستہ اٹھا کر دیکھ لیجیے، آپ کو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملے گی جس سے ۴؍دن تک قربانی جائز ہونے کا ثبوت فراہم ہو سکے۔ قربانی کے وقت سے متعلق بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی سے صرف اتنی سی بات ثابت ہوتی ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں، جس نے نماز سے پہلے قربانی کی ہے وہ دوبارہ قربانی کرے۔ ۴؍دن قربانی کا حکم صحاحِ ستہ میں کہیں بھی نہیں ہے۔

اس پمفلٹ کے شائع ہونے سے "کولکاتہ" جیسے عظیم شہر میں جہاں سنی حنفی مسلمانوں کی اکثریت ہے، دینی اعتبار سے ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ سنی حنفی مسلمان یہ سوچ کر حیران ہیں باپ دادا کے زمانے سے ۳؍دن قربانی کی روایت چلی آ رہی تھی، آخر ۴؍دن قربانی کا ہوّا کیسے کھڑا ہو گیا؟ غرض کہ اس مسئلے کو لے وہاں کے مسلمان کافی پریشان ہیں اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں کہ قربانی ۳؍دن کریں یا ۴؍دن؟ جماعت غیر مقلدین کی طرف سے دینی و مسلکی انتشار پھیلانے کی یہ ایک بدترین مثال ہے۔ اسی طرح اہل حدیث حضرات ۴؍دن قربانی کے جائز ہونے کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ قربانی محض سنت ہے، واجب نہیں۔

صرف ۳؍دن قربانی جائز ہونے سے متعلق حنفی، مالکی و حنبلی علما کے اقوال و عبارات اتنی کثرت سے کتابوں میں موجود ہیں کہ صرف ان عبارتوں کو جمع کر دیا جائے

تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مگر غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی اور مسلکی عناد کے آگے یہ تمام دلیلیں ہیچ اور بے سود ہیں۔

غیر مقلد حضرات چوں کہ صرف حدیث سے دلیل طلب کرتے ہیں اس لیے آئندہ صفحات میں ان کے دعوؤں کا عباراتِ حدیث و اقوالِ محدثین کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے گا اور ثابت کیا جائے گا کہ قربانی واجب ہے اور قربانی کا وقت صرف تین دن ہے۔ چار دن قربانی ناجائز اور سنت کے خلاف ہے۔

قربانی کا اجر و ثواب:

امام ابن ماجہ (متوفیٰ: ۲۷۳ھ) قربانی کے اجر و ثواب پر مشتمل یہ حدیث اپنی سندوں کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:

"صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قربانی کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے پھر عرض کیا، اس میں کیا ثواب ہے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔ صحابۂ کرام مزید دریافت کرتے ہیں، اُون کا حکم کیا ہے؟ بارگاہِ رسالت سے جواب ملتا ہے: اُون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔" (سنن ابن ماجه، ص:٥٣٥/ مطبوعه دار احياء التراث العربي، بيروت)

امام ترمذی (متوفیٰ: ۲۷۹ھ) اپنی جامع اور امام ابن ماجہ (متوفیٰ: ۲۷۳ھ) اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الاضحیٰ کے دن ابن آدم کا کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں، قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کُھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم خوب اچھی طرح قربانی کرو۔" (جامع ترمذي، ص:٤٣٦، مكتبه دار احياء التراث العربي/ سنن ابن ماجه، ص:٥٣٥، مطبوعه دار احياء التراث العربي، بيروت)

قربانی کا وجوب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلٰنا.
ترجمہ: جس کے اندر قربانی کی استطاعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری گاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجه، ص: ٥٣٤، دار احیاء التراث، بیروت)
جندب ابن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
شهدت النبی صلی الله علیه وسلم یوم النحر فقال: من ذبح قبل الصلوٰة فلیعد مکانها اخریٰ ومن لم یذبح فلیذبح.
(بخاری شریف، ص: ١١٦١، دار الکتاب العربی، بیروت)
ترجمہ: میں عیدالاضحیٰ کے دن حضور کے ساتھ تھا، آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے ابھی قربانی نہیں کی ہے وہ اب قربانی کرے۔
مسلم شریف میں اتنی عبارت کا اور اضافہ ہے۔ (فلیذبح بسم الله)
جندب ابن سفیان سے مروی یہ حدیث صحاحِ ستہ میں موجود ہے۔ امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد ونسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
ان دونوں حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے، اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی نہ کرنے والوں کے حق میں اتنا سخت حکم نہیں فرماتے کہ "صاحب استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے والا ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔"
نیز اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو نماز عیدالاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ قربانی کا حکم ہرگز نہ دیتے۔ یہ زجر وتوبیخ اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے، صرف سنت نہیں۔

قربانی کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"

ترجمہ: اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

نیز حدیث میں فرمایا گیا: "ضحوا" قربانی کرو۔ قرآن اور حدیث دونوں میں قربانی کے لیے امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ لہٰذا قربانی واجب ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ "قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے" تو اس سنت سے یہ مراد نہیں کہ قربانی "سنت مؤکدہ" ہے بلکہ یہاں سنت سے مراد "طریقہ" ہے۔ جیسا کہ حدیث "من تمسك بسنتي عند فساد امتي" میں سنت سے "طریقہ" مراد ہے۔

اسلامی عبادات کی ادائیگی میں وقت کی اہمیت:

دین اسلام میں جتنی اہم اور مہتم بالشان عبادتیں ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ، ان میں وقت کی رعایت اور وقت پر ان کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ نماز کے بارے میں وقت سے متعلق قرآن میں آیا ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا"

ترجمہ: نماز مومنوں پر الگ الگ وقت میں فرض ہے۔ یعنی پنج وقتہ نماز میں سے ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔

حج کے بارے میں فرمایا گیا:

"اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ"

یعنی حج کے لیے معلوم اور متعین مہینے ہیں۔

اسی طرح قربانی کے بارے میں حدیث آئی ہے:

من ذبح قبل الصلوٰة فليعد مكانها اخرىٰ.

کہ جس نے نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔

روزے سے متعلق قرآن کا ارشاد ہے:

"اَتِمُّواالصِّیَامَ اِلیٰ الَّیْلِ"

رات تک یعنی سورج ڈوبنے تک روزہ پورا کرو۔

غرض کہ ان عبادتوں کو وقت کے ساتھ اس طرح مربوط اور مشروط کردیا گیا ہے کہ "اذا وجد وجد، انتفیٰ انتفیٰ" والی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ اگر یہ عبادتیں وقت سے پہلے ادا کی جائیں تو سرے سے عبادت درست ہوگی ہی نہیں اور اگر وقت گزرجانے کے بعد یہ عبادتیں انجام دی جائیں تو ان کی معنویت اور چاشنی ہی ختم ہوجائے گی۔ نیز وقت گزرجانے کے بعد یہ عبادتیں ادا کے بجائے قضا کہلائیں گی اور قضا موجبِ عتاب ہے۔ تو اس سے ہم اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اسلامی عبادات کی ادائیگی میں وقت کی رعایت کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ان عبادات کی ادائیگی میں شریعت کے متعین کردہ اوقات کی پابندی بہرحال ضروری ہے۔

قربانی بھی انھیں عبادتوں میں سے ایک ہے جس میں وقت کی رعایت اور پابندی ضروری ہے۔ قربانی کے اجروثواب اور اس عمل کے محبوب و مستحسن ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں! قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟ اور قربانی کتنے دنوں تک جائز ہے؟ اس مسئلے میں ائمۂ کرام کا اختلاف ہے۔ وہ بھی اس حد تک کہ امام شافعی (متوفیٰ: ۲۰۴ھ) کے علاوہ باقی تینوں امام یعنی امام اعظم (متوفی: ۱۵۰ھ) امام مالک (متوفیٰ: ۱۷۹ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفیٰ ۲۴۱ھ) کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قربانی صرف ۳؍دن تک جائز ہے (۱۰؍تا ۱۲؍ذی الحجہ) اور بقرعید کے بعد تیسرے دن یعنی ۱۳؍ذی الحجہ کو قربانی جائز نہیں، ان ائمہ ثلاثہ کے علاوہ صحابۂ کرام میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے کہ قربانی صرف ۳؍دن تک جائز ہے۔ تفصیلی دلائل سے پہلے مذاہب اربعہ کے ماہر، مسلک امام شافعی کے جلیل القدر ترجمان امام نووی شافعی (متوفیٰ: ۶۷۶ھ) کی یہ عبارت غور سے پڑھیں تاکہ ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوسکے۔

وأما آخر وقت التضحية فقال الشافعي: تجوز في يوم النحر وأيام التشريق الثلاثة بعده .... وقال أبو حنيفة ومالك و

أحمد: تختص بيوم النحر و يومين بعده وروى هذا عن عمر بن الخطاب وعلي وابن عمر وأنس رضي الله عنهم.

(شرح صحیح مسلم للنووی، ج:۱۳، ص:۸۹، مکتبہ دار المنار، بیروت)

اسے بھی حسن اتفاق کا کرشمہ ہی کہہ لیجیے کہ اس دینی وفقہی مسئلے میں تین الگ الگ مسلک کے امام متفق ہیں۔ ۷ رجلیل القدر صحابۂ کرام اور امام شافعی کے علاوہ باقی تینوں مسلک کے امام کا اس مسئلے پر اتفاق، اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ صرف ۳ ردن تک قربانی جائز ہونے کا نظریہ زیادہ مستحکم، راجح اور اقویٰ ہے۔ کیوں کہ یہ صحابۂ کرام اور ائمہ عظام احادیث طیبہ کو اِن چلہ کش مولویوں (غیر مقلدوں) سے زیادہ سمجھتے تھے جو آج صرف ۴۰ ردن کا تبلیغی ورک شاپ مکمل کر کے "محدث" بن جاتے ہیں۔

۳ ردن قربانی سے متعلق صحابۂ کرام کا نظریہ:

اوپر امام نووی شافعی کی عبارت گزری کہ امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ ۴ رصحابۂ کرام حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے کہ قربانی ۳ ردن تک ہی جائز ہے۔ البتہ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ ۴ ردن تک قربانی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے بعد تیسرے دن بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

امام نووی نے تین دن قربانی سے متعلق ۴ رصحابۂ کرام کا ذکر فرمایا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ۴ رنہیں بلکہ ۶ رصحابۂ کرام سے یہ روایت منقول ہے کہ ایامِ قربانی صرف ۳ ردن ہیں۔ ان ۶ رجلیل القدر صحابہ میں ۴ رکا ذکر تو امام نووی نے خود کیا ہے۔ باقی ۲ رصحابی جن سے ۳ ردن قربانی کی روایت ثابت ہے وہ رئیس الحفاظ حضرت ابو ہریرہ اور حبرِ امت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی (متوفیٰ: ۶۲۰ھ) نے صحابۂ کرام میں سے حضرت عمر، علی، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھا ہے کہ ۱۰ رذی الحجہ اور اس کے بعد صرف ۲ ردن تک قربانی جائز ہونے میں ان حضرات کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (المغنی

لابن قدامه حنبلی، ج:۳، ص:٤٣٢، مكتبة الر ياض، سعودی عرب)

علامہ بدرالدین عینی (متوفیٰ: ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

الأضحية جائزة فی ثلٰثة أيام، يوم النحر أولها والثانی والثالث هما يومان بعد يوم النحر و به قال مالك وأحمد والثوری وهو قول ستة من الصحابة رضی الله عنهم وهم عمر و علی و ابن عباس و ابن عمر و ابو هريرة وأنس.

(البناية شرح الهداية، ج:٤، ص:١٧٦، المكتبة الإمدادية مكه مكرمه)

شیخ زکریا کاندھلوی نے موفق کے حوالے سے ۳/دن قربانی کے بارے میں جو عبارت نقل کی ہے، اس میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس کا ذکر ہے۔ عبارت یہ ہے:

وأما آخره (ای آخر وقت الأضحية) فقد قال الموفق: آخر اليوم الثانی من أيام التشريق فتكون أيام الأضحية ثلاثة، يوم العيد و يومان بعده وهٰذا قول عمر و علی و ابن عمر و ابن عباس و أبی هريرة وأنس. (اوجز المسالك إلى موطا إمام مالك، ج:٩، ص:٣١٧، دارالكتب العلمية، بيروت)

حافظ ابن عبدالبر (متوفیٰ: ۴۶۳ھ) نے حضرت عمر کے علاوہ باقی ۵/صحابۂ کرام کا ذکر کیا ہے۔ (الاستذكار لابن عبد البر، ج:٥، ص:٢٤٥، دارالكتب العلمية، بيروت)

صرف ۳/دن تک قربانی جائز ماننے والے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ چناں چہ علامہ عینی نے صاحب استذکار کے حوالے سے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: قربانی کا وقت تین دن ہے۔ (البناية شرح الهداية للعينی، ج:٤، ص:١٧٧، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة)

اب کل ملا کر ۷/صحابۂ کرام ہوگئے جن سے صرف ۳/دن قربانی کی روایت منقول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صرف ۳/دن تک قربانی کو جائز مانتے ہیں جیسا

کہ او پر گزرا۔

اب ذرا چشم بصیرت سے یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔غیر مقلدین کے پیشوا ابن قیم جوزی،حضرت مجاہد کا قول نقل کرتے ہیں:

إذا اختلف الناس فی شیئ فانظروا ماصنع عمر فخذوابه.

(إعلام الموقعين، ص: ٦٦، دارالکتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: جب کسی مسئلے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہوتو دیکھو کہ حضرت عمر کی رائے کیا ہے؟ تو بلا جھجک حضرت عمر کی رائے کو اپنالو اور ان کے موقف کو تسلیم کرلو۔

صحابۂ کرام کی عدالت وثقاہت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ائمہ ومحدثین کا دو ٹوک فیصلہ ہے:

الصحابة كلهم عدول عند أهل السنة والجماعة. (الباعث الحثيث فی اختصار علوم الحديث، ص: ١٥٠، مكتبة دارالتراث، بيروت)

ان ۷؍جلیل القدر اور مہتم بالشان صحابۂ کرام میں ہر ایک آسمانِ علم وفضل کے بدرِ کامل ہیں۔حضرت ابو ہریرہ،حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا شمار مکثرین صحابہ میں ہوتا ہے۔(الباعث الحثيث، ص: ١٥٣)

اور جہاں تک حضرت عمر،حضرت علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما کی بات ہے تو ان کا علمی مقام ومرتبہ مذکورہ چاروں مکثرین صحابہ سے بھی کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

امام نووی شافعی (متوفیٰ:٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

”تمام صحابۂ کرام کا علم ٦؍افراد پر ختم ہوتا ہے،حضرت عمر،حضرت علی،حضرت ابی بن کعب،حضرت زید بن ثابت،حضرت ابودردا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔پھر ان ٦؍صحابۂ کرام کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے۔“

(تقريب النووی مع تدريب الراوی، ج:٢، ص:٢١٨، المكتبة العلمية، مدينه منوره)

جب دلیل سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ صرف ٣؍دن تک قربانی جائز ہونے کا

نظریہ، صرف امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل ہی کا نہیں بلکہ ۷؍ جلیل القدر صحابۂ کرام کا بھی یہی نظریہ ہے تو اب لگے ہاتھوں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان صحابۂ کرام نے محض اپنی رائے یا طبیعت سے یہ نظریہ قائم نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے یا تو حضور سے سنا ہے یا پھر حضور کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی جیسے عظیم المرتبت، دین شناس اور شریعت مزاج دین کے معاملے میں جو غایت درجہ احتیاط فرماتے تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

لہٰذا ان ۷؍ صحابۂ کرام کے اس موقف (۳؍ دن قربانی جائز ہونے) کو معنًا "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كذا او رأيته فعل كذا" کی منزل میں اتار لیا جائے گا۔ اور جب کوئی صحابی کہے کہ "میں نے حضور سے فلاں بات سنی یا حضور کو فلاں کام کرتے دیکھا" تو محدثین کے نزدیک یہ قول بالاتفاق معتبر ہے۔

حافظ ابن کثیر (متوفیٰ: ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أما لو قال (الصحابي) سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كذا أو رأيته فعل كذا، فهو مقبول لامحالة إذا صح السند إليه.

(الباعث الحثيث فی اختصار علوم الحديث، ص: ۱۵۷، دار التراث، بيروت)

جب کسی صحابی کا قول، رائے یا قیاس پر مبنی نہ ہو تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ سلیمان وہبی غاوجی لکھتے ہیں:

قول الصحابي فيما لايدرك بالراى لهٗ حكم المرفوع.

(محاضرات في تاريخ الفقه الإسلامي، ص: ۱٤، دار البشائر، بيروت)

قارئین کرام! اب آپ ہی فیصلہ کریں اور انصاف سے بتائیں کہ ہم ان صحابۂ کرام کی بات مانیں جو صرف ۳؍ دن قربانی کو جائز مانتے ہیں یا پھر آج کے غیر مقلدین کی بات مانیں جو ۴؍ دن قربانی کو تشدد کی حد تک جائز بتاتے ہیں۔

ایک اصولی گفتگو:

اوپر کی گفتگو سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ صرف "صحاحِ ستہ" ہی قابل حجت نہیں، بلکہ

دیگر کتب احادیث بھی قابل حجت ہیں اور اپنے موقف کی تائید واثبات میں ان کتب احادیث کا سہارا لےکران سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ غیر مقلد حضرات نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے،ان میں سے ایک بھی کتاب "صحاحِ ستہ" میں سے نہیں ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ "صحاحِ ستہ" میں ۴/ دن قربانی جائز ہونے سے متعلق کوئی حدیث ہے ہی نہیں۔ اسی لیے تو اہل حدیث حضرات نے "غیر کتب ستہ" کا حوالہ دیا ہے؟ اور اس طرح اصولی اعتبار سے غیر مقلد حضرات نے اپنے مقلد بھائیوں کے حق میں یہ جواز فراہم کردیا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے موقف کو "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث سے ثابت کرسکتے ہیں۔

لہٰذا اگر ہم ذیل میں اپنے موقف یعنی ۳/ دن قربانی جائز ہونے کی تائید میں "صحاحِ ستہ" کے بجائے دیگر کتب احادیث (جن کی صحت پر اہل علم کا اتفاق ہے) سے دلیل پیش کریں تو ان کو اخلاقی اور اصولی حیثیت سے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھ سے اس بات کا مطالبہ اور اصرار کریں کہ "صحاحِ ستہ" ہی سے دلیل پیش کرو۔ بخاری ومسلم ہی سے اپنی بات ثابت کرو۔اس طرح کا مطالبہ انصاف ودیانت کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔

ہاں! غیر مقلد حضرات زیر بحث مسئلہ میں یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب ۳/دن کے علاوہ ۴/دن تک قربانی جائز ہونے کی روایت بھی موجود ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ۳/دن قربانی سے متعلق روایت کو ترجیح دی جارہی ہے؟ اور ۴/دن والی روایت کو نظرانداز کیا جارہا ہے؟

"فنِ اصول حدیث" کی روشنی میں ہم اس کا جواب دیں گے کہ ۴/دن قربانی سے متعلق روایت میں ضعف اور سخت اضطراب ہے۔ ائمۂ جرح وتعدیل نے اس روایت کے راویوں پر سخت کلام کیا ہے۔مسلک شافعی کے علما (مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے) جن کے یہاں ۴/دن قربانی جائز ہے اور ان کی مستدل یہی روایت "أيام التشريق كلها ذبح" ہے،انھوں نے بھی اس کے راوی پر سخت کلام کیا ہے۔اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔(تفصیل نیچے آرہی ہے۔)

تو ۴؍دن والی روایت غیر معتبر ہے اور ۳؍دن قربانی سے متعلق روایت چوں کہ ضعف اور اضطراب سے خالی ہے، اس لیے ہم نے ۳؍دن والی روایت کو قبول کرلیا ہے۔اور ۴؍دن والی روایت کو چھوڑ دیا ہے۔آپ لوگوں کی طرح حدیث پر ہم لوگ بھی عمل کرتے ہیں۔ یہ حدیث ہی میں تو ہے کہ اچھی چیز لے لو اور پراگندہ چیز چھوڑ دو۔ "خذما صفا ودع ماکدر" اسی حدیث پر ہم نے عمل کیا ہے کہ ضعف اور اضطراب کے باعث گدلا ہوجانے والی ۴؍دن کی روایت کو ہم نے چھوڑ دیا ہے اور ضعف سے خالی صاف وشفاف ۳؍دن والی روایت کو ہم نے لے لیا ہے۔

یوں ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چوتھے دن کی قربانی مختلف فیہ ہے، نیز اس کے صحیح ہونے نہ ہونے کا شبہہ ہے۔ جب کہ تین دن تک کی حدیثوں پر عمل کرنے میں اطمینان ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں شک ہو اس کو چھوڑ دو اور اسے اختیار کرو جو شک وشبہہ سے پاک ہو تو چوتھے دن قربانی کر کے اپنی قربانی کو شک کے خطرے میں ڈالنا کون سی عقل مندی ہے؟ اور جب کہ تین دن کا حکم احادیث صحاح سے ثابت ہے اور چار دن والی حدیث ضعیف ہے، تو صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث کو پکڑنا بھی غیر مقلدین سے عجیب ہے!

اہل حدیث کی مستدل حدیث:

اہل حدیث حضرات نے ۴؍دن قربانی سے متعلق حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" سے استدلال کیا ہے اور حوالے میں امام احمد بن حنبل کی "مسند" امام بیہقی کی "سنن کبریٰ" علامہ ابن قدامہ حنبلی کی "المغنی" ابن تیمیہ کی "منتقی الاخبار" ابن قیم کی "زادالمعاد" اور قاضی شوکانی کی "نیل الاوطار" کو پیش کیا ہے۔غیر مقلد حضرات کو صحاح ستہ سے یا کم از کم کسی صحیح حدیث سے اپنا موقف ثابت کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ لوگ ائمۂ مذاہب کے اقوال و ارشادات اور ان کی کتابوں کے مندرجات کو بالعموم تسلیم نہیں کرتے ہیں اور بات بات پر بخاری، مسلم اور صحیح حدیث کی رٹ لگاتے ہیں۔

غیر مقلدین سے جب میں نے سوال کیا کہ جناب! صحاحِ ستہ سے دلیل پیش کیجیے

اور کوئی ایسی حدیث صحاح ستہ میں دکھایئے جس سے ثابت ہو سکے کہ قربانی ۴؍ دن تک بھی ہو سکتی ہے؟ اہل حدیث کی طرف سے جواب ملتا ہے۔ ''اگر اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ''صحاحِ ستہ'' میں کوئی حدیث نہ ملے تو حدیث کی دوسری کتابوں سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ایک مقلد (راقم طفیل احمد) پھر سوال کرتا ہے کہ جب مقلد حضرات اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ''صحاحِ ستہ'' سے حدیث نہ ملنے کی صورت میں دیگر کتب احادیث سے استدلال کرتے ہیں تو آپ لوگ اس حدیث کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ اہل حدیث (غیر مقلد) کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔ نادان! تم سمجھتے نہیں، ہم غیر مقلد ہیں، ہم لوگ ''صحاحِ ستہ'' سے صرف دلیل طلب کرتے ہیں، باقی ''صحاح ستہ'' سے ہی دوسروں کو دلیل فراہم کرنا یہ کوئی ضروری نہیں سمجھتے۔ قارئین کچھ سمجھا آپ نے؟

معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ ابن قدامہ نے حدیث ''أيام التشريق كلها ذبح'' کو نقل تو کیا ہے مگر اس پر اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ کھلے لفظوں میں لکھا ہے:

وقت الأضحية ثلاثة أيام: يوم النحر و يومان بعده.

اور ۴؍ دن قربانی جائز ماننے والوں کی پرزور انداز میں تردید کی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ حنبلی، ج:۳، ص:۴۳۲، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، سعودی عرب)

اسی طرح امام بیہقی نے ''أيام التشريق كلها ذبح'' والی روایت نقل کرنے کے بعد سلسلۂ سند کے ایک راوی ''سويد بن عبد العزيز'' کے متعلق لکھا ہے:

وهو ضعيف عند بعض اهل النقل.

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج:۱۴، ص:۲۴۶، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

دلچسپ اور قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ امام بیہقی نے ''أيام التشريق كلها ذبح'' والی یہ روایت ذکر کر کے اس کے راویوں پر جرح کی ہے جب کہ تین دن قربانی جائز ہونے سے متعلق روایت کو متعدد سندوں سے ذکر کرنے کے بعد اس کے راویوں پر نہ کسی طرح کا کلام کیا ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی جرح فرمائی ہے۔

غیر مقلد حضرات کی یہ مستدل روایت ''أيام التشريق كلها ذبح'' کے راویوں

پر صرف امام بیہقی نے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ائمۂ جرح وتعدیل نے بھی اس کے راویوں پر جرح کی ہے۔ بعض ائمۂ فن نے تو اس روایت کو ایک سند سے "موضوع" بھی قرار دیا ہے۔

اصولِ حدیث اور فنِ جرح وتعدیل کے اعتبار سے اس روایت میں یہی سب خامیاں تھیں جن کی بدولت امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور ۳؍دن قربانی جائز ہونے سے متعلق روایت کو ہی ترجیح دی۔

بہرکیف! غیر مقلد نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے "صحاحِ ستہ" کو چھوڑ کر (صحاحِ ستہ کا حوالہ نہ دینے کا بنیادی سبب ۴؍دن والی روایت کا صحاحِ ستہ میں موجود نہ ہونا ہے۔) دیگر کتب احادیث کا حوالہ پیش کر کے دبے لفظوں میں اس حقیقت کا گویا اعتراف کرلیا ہے کہ "صحیح حدیث" کا ذخیرہ صرف "صحاحِ ستہ" ہی میں محفوظ نہیں ہے بلکہ اور بھی کتابیں ہیں جن میں "صحیح احادیث" درج ہیں یا کم از کم وہ اس لائق ہیں کہ انھیں استدلال اور ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔

لیکن تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات کتب احادیث میں صرف "صحاحِ ستہ" ہی کو مانتے ہیں اور باقی کتب احادیث کو بڑی حقارت اور بے دردی کے ساتھ ناقابلِ عمل اور پایۂ اعتبار سے ساقط گردانتے ہیں۔

غیر مقلدین کی طرف سے ۴؍دن قربانی جائز ہونے سے متعلق روایت کو ثابت کرنے کے لیے امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی کے علاوہ ابن تیمیہ، ابن قیم جوزی اور قاضی شوکانی کی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایمان کی کہیے تو یہ لوگ آخر الذکر تینوں حضرات کو فقہی نقطۂ نظر سے عبادات ومعمولات کی ادائیگی میں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کے اقوال وارشادات کو "وحیِ آسمانی" کا درجہ دیتے ہیں۔ ویسے بھی بنیادی طور پر غیر مقلد حضرات ائمۂ اربعہ میں امام احمد بن حنبل کی تقلید کرتے ہیں۔ اگرچہ قولاً اس کا اظہار نہیں کرتے لیکن عملاً تقلید امام احمد بن حنبل کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اگر کوئی غیر اہل حدیث "تقلید ائمہ" کا دم بھرتا ہے تو یہ حضرات اسے برا بھلا تو کہتے ہی ہیں ساتھ میں ان ائمۂ کرام کو بھی برا بھلا کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں۔

خیر یہ توضمنی بات تھی۔اب اصولی اعتبار سے جماعت غیر مقلدین سے میرا سوال ہے کہ کتب احادیث میں جب "صحاحِ ستہ" ہی معتبر ہیں باقی دیگر کتب احادیث ساقط الاعتبار اور نا قابل حجت ہیں تو آپ حضرات بھی اپنا موقف (۴؍دن قربانی) صحاحِ ستہ ہی سے ثابت کریں اور بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ سے کوئی ایسی حدیث پیش کریں، جس سے ثابت ہو سکے کہ واقعی قربانی ۴؍دن تک ہوسکتی ہے۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے کہ ان کی متدل روایت "أيام التشريق كلها ذبح" صحاحِ ستہ میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث "صحاحِ ستہ" میں موجود ہے جس سے ۴؍دن قربانی کا جواب فراہم ہوسکے۔ شاید اس لیے مجبور ہو کر غیر مقلد حضرات نے "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دوسری کتب حدیث کا سہارا لیا ہے اور ان کا حوالہ دیا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہی ہے اور اپنے موقف پر "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے تو پھر غیر مقلد حضرات کو خدا کے لیے "صحاحِ ستہ" کا ڈھنڈورا پیٹنے سے باز آ جانا چاہیے اور بات بات پر یہ کہنا کہ "یہ حدیث بخاری میں کہاں ہے؟ مسلم میں کہاں ہے؟ ترمذی میں ہو تو دکھاؤ؟ یہ ناٹک بہت پرانا ہو گیا، اب غیر مقلدوں کو یہ ناٹک بند کر دینا چاہیے۔ اور جس طرح اپنے موقف کو وہ لوگ "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے ثابت کرنے کا حق رکھتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی یہ حق اور اختیار ملنا چاہیے کہ وہ بھی اپنے موقف کو "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے ثابت کریں۔ یہی انصاف کا تقاضہ ہے۔

کیا صحاحِ ستہ کے مصنفین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "صحیح احادیث" صرف ہماری ہی کتابوں میں ہیں یا ہم نے تمام "صحیح احادیث" کا احاطہ کر لیا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! ان حضرات نے ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ بخاری، بخاری اور "صحیح حدیث" کی رٹ لگانے والے کیا امام بخاری کے اس قول سے اس حد تک غافل ہیں؟ "ما اوردت فی کتابی هذا إلا ما صح و ترکت کثیرا من الصحاح" (مقدمۂ مشکوٰۃ المصابیح، ص:۷) کہ ہم نے اپنی اس کتاب (بخاری) میں صرف صحیح احادیث ہی ذکر کی ہیں اور

بہت ساری "صحیح احادیث" کو چھوڑ دیا ہے۔

امام بخاری کے اس اعترافِ حقیقت کے بعد یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ "صحیح احادیث" صرف بخاری ہی میں نہیں، بلکہ حدیث کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، جن میں "صحیح احادیث" موجود ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

الكتب الستة المشهورة المقررة فی الإسلام التی يقال لها الصحاح الست وفی هذه الكتب أقسام من الأحاديث من الصحاح والحسان والضعاف وتسميتها "بالصحاح الست" بطر يق التغليب. (مقدمۂ مشکوٰۃ، ص:۷)

یعنی بخاری و مسلم، ترمذی وغیرہ کو غلبہ و اکثریت کے لحاظ سے "صحاحِ ستہ" کہا جاتا ہے ورنہ درحقیقت صحیح احادیث کے علاوہ حسن اور ضعیف احادیث بھی ان کتابوں میں موجود ہیں۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:

"بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر ائمۂ حدیث کی کتابوں میں بھی صحیح احادیث ہیں، مثلاً امام ابوبکر بن خزیمہ، امام ابوالحسین دارقطنی وغیرہ۔"

(علوم الحديث، ص:۳۳، المكتبة الإسلاميه، مدينه منوره)

کتبِ احادیث کے اقسام میں سے ایک قسم "مستدرک" بھی ہے اور "مستدرک" حدیث کی کس کتاب کو کہتے ہیں یہ بات غیر مقلد حضرات کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ کتبِ مستدرک کو دیکھ کر بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "صحاحِ ستہ" کے علاوہ حدیث کی اور بھی کتابیں ہیں جن میں بخاری وغیرہ میں درج ہونے سے رہ جانے والی صحیح احادیث کا استدراک اور اضافہ کیا گیا ہے۔

۳؍دن قربانی کا کتبِ احادیث سے ثبوت:

صرف ۳؍دن قربانی جائز ہونے کی سب سے مضبوط اور قوی دلیل "موطا امام

مالک" کی حدیث ہے۔ امام مالک (متوفیٰ: ۱۷۹ھ) رضی اللہ عنہ اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

حدثنی یحییٰ عن مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر قال: الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ. (المؤطا للإمام مالك، حدیث نمبر: ۱۰۵۲، ص: ۲۷۶، المکتبة العصریة، بیروت)

ترجمہ: نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: قربانی کا وقت ۱۰؍ذی الحجہ (بقرعید) کے بعد دو دن ہے۔

عن مالك أنهٗ بلغه عن علی بن أبی طالب مثل ذلك.

(المؤطا للإمام مالك، حدیث نمبر: ۱۰۵۲، المکتبة العصریة، بیروت)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل روایت منقول ہے۔ یعنی قربانی کے وقت کی مقدار ۱۰؍تا ۱۲؍ذی الحجہ (۳؍دن) ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفیٰ: ۸۵۲ھ) نے "موطا امام مالک" کی اس حدیث کی تائید وتوثیق فرمائی ہے جس میں حضرت علی وابن عمر سے ۳؍دن قربانی جائز ہونے کی روایت منقول ہے۔ چناں چہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وأما علی فذکره مالك فی المؤطا عنه بلاغًا .... وفی المؤطا عن نافع عن ابن عمر أنه کان یقول: الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ. (الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة من الآخرین، ص: ٤٣٠، مجلس برکات، مبارکپور)

شارحین موطا کے اقوال وآرا بعد میں پیش کیے جائیں گے مگر اس سے قبل "موطا" اور اس کے مصنف حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی صحت وثقاہت پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکے کہ موطا اور صاحب موطا کا اعتبار نہیں ہے۔ اگر موطا امام مالک کا اعتبار نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی غیر آسمانی کتاب لائق اعتبار اور قابل استناد نہیں۔ غالباً "موطا امام مالک" حدیث کی پہلی کتاب ہے۔

امام مالک کی محدثانہ عظمت:

علم وفضل اور شرف وکمال میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو جو بلند ترین مقام حاصل ہے، اس سے اہل علم و دانش اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کے علوِ مرتبت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ "تبع تابعین" میں سے ہیں، جن کے عہد کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے "خیر القرون" فرمایا ہے۔ تبع تابعین میں علم وفضل اور صحت و ثقاہت کے لحاظ سے آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام آپ کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ فن جرح وتعدیل کے ۲ رمقتدر امام یحییٰ بن سعید قطان (آپ امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں) اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

مالك أمير المؤمنين فى الحديث.

یعنی امام مالک حدیث کے امیر المومنین ہیں۔

ابن مہدی کی رائے ہے: "ما أقدم على مالك فى صحة الحديث أحدًا" کہ صحت حدیث میں امام مالک پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ (مقدمة تنوير الحوالك للسيوطى، ص:٤٦، المكتبة الثقافة، قاهره، مصر)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرّانی (متوفیٰ:۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

"اہلِ اسلام میں سے عوام وخواص کے درمیان امام مالک کو جو قدر ومنزلت حاصل ہے، وہ ادنیٰ علم رکھنے والوں پر بھی مخفی نہیں۔" (مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية، ج:٢٠، ص:١٧٦، المكتبة العبيكان، السعودية العربية)

کتب احادیث میں موطا امام مالک کا مقامِ امتیاز:

"قدر المؤلَفِ بقدر المؤلِف" کہ مصنف کی قدر ومنزلت سے کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ موطا امام مالک کو "صحاحِ ستہ" پر تقدم زمانی کا شرف تو حاصل ہے ہی، صحت وثقاہت کے اعتبار سے بھی اس کتاب کو "صحاحِ ستہ" سے کچھ کم درجہ حاصل نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفیٰ: ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے "تنویر الحوالك شرح مؤطا امام مالك" کے ص: ۸/ پر لکھا ہے: "الصواب إطلاق أن الموطا صحیح لایستثنیٰ منه شئی" یعنی موطا امام مالک کی احادیث "صحیح" ہیں، صحت سے کوئی بھی حدیث مستثنیٰ نہیں اور یہی موقف درست اورصواب ہے۔

مشہور محقق علامہ احمد بن محمد شاکر لکھتے ہیں:

هی فی الصحة کأحادیث الصحیحین. (البخاری و مسلم)

موطاامام مالک کی احادیث، بخاری ومسلم کی طرح صحیح ہیں۔

(حاشیة الباعث الحثیث، دارالتراث العربی، بیروت)

امام مالک کے دور میں بڑے بڑے جلیل القدر تابعی موجود تھے، آپ نے ان سے علم حاصل کیا۔ خصوصیت کے ساتھ مدینہ طیبہ کے اہل علم تابعین سے اکتساب فیض کیا اوران سے روایتیں لیں اوراہل مدینہ کے مذہب کومضبوطی سے پکڑا، یہاں تک کہ "امام دارالہجرت" کے لقب سے یاد کیے گئے۔

شیخ ابن تیمیہ حرانی نے اہل مدینہ کی احادیث وآثار کو"أصح الأحادیث" قرار دیاہے۔

چناں چہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قد اتفق أهل العلم بالحدیث علیٰ أن أصح الأحادیث أحادیث أهل المدینة .... فلا ریب عند أحد أن مالکا رضی الله عنه أقوم الناس بمذهب أهل مدینة روایة و درایة، فإنه لم یکن فی عصره ولا بعده أقوم بذالك منه. (مجموعة الفتاویٰ لابن تیمیة، ج: ۲۰، ص: ۱۷٤، مکتبة العبیکان، سعودی عرب)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "موطاامام مالک" کے بارے میں اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

ماتحت أدیم السماء کتاب أکثر صوابا بعد کتاب الله من موطا مالك.

روئے زمین پر قرآن کے بعد امام مالک کی "موطا" سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔(امام شافعی نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ بخاری و مسلم ابھی وجود میں نہیں آئی تھی، لہٰذا بخاری و مسلم کے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔)

امام شافعی کے اس صداقت آمیز قول پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے کہا: "وھو کما قال الشافعی" یعنی امام شافعی نے "موطا امام مالک" کے تعلق سے جو کچھ فرمایا وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے کہ روئے زمین پر صحت و ثقاہت کے لحاظ سے کوئی کتاب "موطا امام مالک" کے برابر نہیں۔

امام شافعی، یحییٰ بن سعید قطان، یحییٰ بن معین، ابن مہدی، ابن تیمیہ، امام سیوطی اور احمد شاکر کے اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ امام مالک حدیث کے ماہر، ثقہ امام اور ان کی کتاب "موطا" حدیث کی بلند پایہ کتاب اور "صحیح احادیث" کا مجموعہ ہے۔

جب امام مالک نے اہل مدینہ سے روایتیں لیں اور ان کے مذہب پر سختی سے عمل پیرا ہوئے۔ ابن تیمیہ کے بقول اہلِ مدینہ کی احادیث "اصح الأحادیث" ٹھہریں، امام شافعی نے "موطا" کو صحیح اور صواب ترین کتاب کہا تو ان تمام شواہد کی روشنی میں "موطا امام مالک" کی یہ روایت کہ حضرت علی و ابن عمر نے فرمایا: "قربانی کا وقت ۳/دن ہے" بالکل درست، راجح اور صحیح تر ہے۔ جب تک کہ کوئی سبب ضعف ظاہر نہ ہو اس روایت کو نظر انداز اور ناقابلِ عمل نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ لہٰذا غیر مقلد حضرات کو ایک ضعیف روایت کو مستدل ٹھہرا کر ۴/دن تک قربانی جائز قرار دینے کے سلسلے میں اتنا واویلا نہیں مچانا چاہیے۔ اور صرف ۳/دن قربانی جائز ہونے سے متعلق موطا امام مالک کی حدیث کو تسلیم کر لینا چاہیے اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔ اہل حدیث ہونے کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ضعیف حدیث کے مقابلے میں صحیح حدیث کو ترجیح دے کر اس پر عمل کیا جائے۔

۳/دن قربانی سے متعلق شارحین موطا کا نظریہ:

حضرت علی و ابن عمر سے منقول موطا امام مالک کی روایت: "الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ" کی تشریح کرتے ہوئے قاضی ابوالولید سلیمان بن

خلف باجی مالکی (متوفیٰ: ۴۶۴ھ) لکھتے ہیں:

یر ید أن یوم الأضحیٰ اولاً یوم الذبح ثم الیومان بعده وأن الیوم الرابع لیس من أیام الذبح، و بهذا قال مالك و سفیان ثوری وأبو حنیفة.

(المنتقیٰ شرح الموطا، ج:٤، ص:١٩٣، دارالکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ (۱۰/ذی الحجہ) قربانی کا پہلا دن ہے، اس کے بعد پھر ۲/دن قربانی کا وقت ہے۔ چوتھا دن (۱۳/ذی الحجہ) قربانی کا دن نہیں۔ امام مالک، سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔

اس کے بعد علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں: "إذا ثبت أن أیام الذبح ثلاثة فإن أفضلها أولها وهو یوم النحر قاله ابن مواز وغیره" یعنی جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قربانی کا وقت ۳/دن ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان ۳/دنوں میں سب سے افضل پہلا دن ہے، جسے یوم النحر کہتے ہیں۔ ابن مواز وغیرہ کا یہی قول ہے۔

(المنتقیٰ شرح الموطا، ج:٤، ص:١٩٤، بیروت)

مشہور محدث حافظ ابن عبدالبر (متوفیٰ: ۴۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

الأیام المعدودات هی أیام الذبح وذالك یوم النحر و یومان بعده وروی ذالك عن علی و ابن عمر و ابن عباس ایضًا وعلیٰ هٰذا القول اکثر الناس .... وقال مالك و أبو حنیفة وأصحابهما والثوری وأحمد بن حنبل وأکثر أهل العلم: الأضحیٰ یوم النحر و یومان بعده. (فتح المالك شرح الموطا امام مالك، ج:٧، ص:٢٠، دارالکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: آیت کریمہ: "واذکروا الله فی ایام معدودات" میں ایامِ معدودات سے قربانی کے ایام مراد ہیں اور قربانی کے ایام ۳/دن ہیں، ۱۰ ذی الحجہ اور اس کے بعد ۲/دن یعنی ۱۲/ذی الحجہ تک۔ حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس اور اکثر اہل علم کا یہی

مذہب ہے کہ قربانی ۳/دن ہے۔ امام مالک، امام اعظم اور ان کے اصحاب کے علاوہ سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ قربانی کا وقت ۳/دن ہے۔ ۱۰/ذی الحجہ اور اس کے بعد ۲/دن۔

امام ابن عبدالبر قربانی کے ۳/دن راجح ہونے سے متعلق اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

حدثني ابن أبي ليلىٰ عن أبي المنهال عن زر عن علي رضي الله عنه قال: الأيام المعلومات يوم النحر و يومان بعده اذبح في أيها شئت وأفضلها أولها. (فتح المالك شرح موطا إمام مالك، ج:۷، ص:۲۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

یعنی حضرت علی نے فرمایا: ایامِ معلومات سے ایامِ نحر مراد ہیں اور ایامِ نحر ۱۰/ذی الحجہ اور اس کے بعد ۲/دن ہیں، ان ایام میں جب چاہو قربانی کرو۔ لیکن پہلے دن قربانی افضل ہے۔

ابن حزم نے "محلی" میں اسی سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر، امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

روى الأضحىٰ يوم النحر و يومان بعده عن غير واحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

(فتح المالك، ج:۷، ص:۲۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

یعنی امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ۳/دن قربانی سے متعلق یہ روایت بہت سے صحابۂ کرام سے منقول ہے۔ (جیسا کہ شروع میں بیان ہوا)

امام احمد بن حنبل کے اس قول کو قاضی شوکانی نے ابن قیم کے حوالے سے "نیل الاوطار" میں، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں اور شیخ زکریا کاندھلوی نے اپنی کتاب "اوجز المسالک" میں ذکر کیا ہے۔

۳/دن قربانی سے متعلق حدیث: "الأضحىٰ يومان بعد يوم الأضحىٰ"

کی تشریح کرتے ہوئے شیخ زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں: "یعنی ثلاثة أیام أولها یوم النحر ثم یومان بعدهٔ وأن الیوم الرابع لیس من أیام الذبح" ۱۰؍ذی الحجہ کے بعد قربانی دو دن ہے۔ چوتھا دن قربانی کا دن نہیں۔ (اوجز المسالك شرح المؤطا الامام مالك، ج:۹، ص:۳۱۷، دارالکتب العلمیة، بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی: ۴۸۵ھ) نے ۳؍دن قربانی سے متعلق روایت کو ۵؍الگ الگ سندوں سے بیان کیا ہے اوران کے راویوں پر کسی طرح کا کلام اور کسی قسم کی جرح نہیں فرمائی ہے۔ جب کہ ۴؍دن قربانی سے متعلق روایت "أیام التشریق کلها ذبح" کو متعدد سندوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد ایک سند کے راوی "سوید بن عبد العزیز" کو ضعیف بتایا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری سند کے راوی "معاویہ یحییٰ صدفی" کے بارے میں دوٹوک لفظوں میں لکھا ہے: "والصدفی ضعیف لا یحتج به" کہ صدفی ضعیف راوی ہے، اس کی روایت قابل استدلال نہیں۔

امام بیہقی نے ۳؍دن قربانی سے متعلق جو روایتیں ذکر کی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) حدثنی إبراهیم بن هانی حدثنا الحکم بن موسیٰ حدثنا یحییٰ بن حمزه عن النعمان عن سلیمان بن موسیٰ أنه قال: النحر ثلاثة أیام. فقال مکحول: صدق.

(السنن الکبریٰ للبیهقی، ج:۱٤، ص:۲٤۸، دارالفکر، بیروت)

ترجمہ: سلیمان بن موسیٰ نے کہا کہ قربانی ۳؍دن ہے اور ابن موسیٰ کے قول کو مکحول نے سچ بتایا۔

(۲) أخبرنا أبو أحمد عبد الله بن محمد بن الحسن المهر جانی أنبا أبو بکر محمد بن جعفر المزکی حدثنا محمد بن إبراهیم العبدی حدثنا ابن بکیر حدثنا مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر کان یقول: الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ.

(السنن الکبریٰ، ج:۱٤، ص:۲٤۸، دارالفکر، بیروت)

ترجمہ: نافع سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں: ۱۰ / ذی الحجہ کے بعد قربانی ۲ / دن ہے۔

امام ابن عبد البر (متوفیٰ: ۴۶۳ھ) نے استذکار میں لکھا ہے:

(۳) والأصح عن ابن عمر: الأضحیٰ ثلاثة أيام، يوم النحر و يومان بعدهٗ. وأما الحسن البصری فروی عنه فی ذالك ثلاث روايات، أحدها: كما قال المالك: يوم النحر و يومان بعده.

(الاستذكار، ج: ٥٠، ص: ٢٤٥، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: یعنی عبد اللہ بن عمر سے صحیح ترین قول یہی مروی ہے کہ قربانی ۳ / دن ہے۔ اور حسن بصری سے اس مسئلے میں ۳ / روایتیں منقول ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قربانی ۳ / دن ہے۔

(٤) عن مالك أنه بلغهٗ أن عليا بن أبي طالب رضى الله عنه كان يقول: الأضحیٰ يومان بعد يوم الأضحیٰ.

(السنن الكبریٰ، ج: ١٤، ص: ٢٤٨، دار الفكر، بيروت)

(٥) أخبرنا أبو نصر بن قتادة أنبا أبو عمر نجيد أنبا أبو مسلم حدثنا عبد الرحمٰن بن حماد حدثنا بن أبي غروبة عن قتادة عن أنس رضى الله عنه قال: الذبح بعد النحر يومان.

(السنن الكبریٰ، ج: ١٤، ص: ٢٤٨، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یومِ الاضحیٰ (بقرعید) کے بعد قربانی دو دن ہے۔

عن نافع أن ابن عمر قال: الأضحیٰ يومان بعد يوم الأضحیٰ، رواه مالك و قال بلغنی عن علی بن أبي طالب مثلهٗ. (مشكوٰة المصابيح، باب الأضحية، ج: ١، ص: ٢٨٣، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس حدیث کے تحت ملاعلی قاری (متوفیٰ:۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

والحديث بظاهره حجة عليه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، ج:۳، ص:٥٢٢، دارالكتب العلمية، بيروت)

یعنی یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، جنھوں نے ۴ر دن قربانی کو جائز قرار دیا ہے۔ (یعنی ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی صرف ۳ر دن ہے۔)

عن يزيد بن الحباب عن معاوية بن أبي صالح حدثنى أبو مريم سمعت أبا هريرة يقول: الأضحىٰ ثلاثة أيام.

(المحلى لابن حزم، ج:۷، ص:۳۷۷)

ترجمہ: ابومریم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: قربانی ۳ر دن ہے۔

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

ولم يختلف عن أبي هريرة وأنس فى أن الأضحىٰ ثلاثة أيام.

یعنی ۳ر دن قربانی سے متعلق ابوہریرہ اور انس کا نظریہ ایک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (الاستذكار، ج:٥، ص:٢٤٥، دارالكتب العلمية، بيروت)

اسی طرح ابن حزم نے "اسماعیل بن عیاش" کے حوالے سے ابن عمر کی ۳ر دن قربانی سے متعلق روایت کی تخریج کی ہے اور اسماعیل بن عیاش پر فنی اعتبار سے کلام ہے۔ لیکن ائمۂ اصول حدیث نے اسماعیل بن عیاش کی صحت وثقاہت اور تعدیل فرمائی ہے۔ (تهذيب التهذيب، ج:٤، ص:٦١)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفیٰ:۹۱۱ھ) ۳ر دن قربانی سے متعلق حضرت علی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عن على ابن أبى طالب قال: الأيام المعدودات ثلاثة أيام، يوم الأضحىٰ و يومان بعدهٗ اذبح فى أيها شئت وأفضلها أولها.

(تفسير در منثور، ج:١، ص:٥٦١، دارالفكر، بيروت)

۴ر دن قربانی سے متعلق دلیل اوراس کا فنی محاسبہ:

غیر مقلد حضرات نے ۴ر دن قربانی کو ثابت کرنے کے لیے یوں دلیل دی ہے۔
"عید کے دن کو اصطلاحِ شریعت میں یوم النحر اوراس کے بعد کے ۳ر دن یعنی ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ر کو "ایام تشریق" کہتے ہیں اوران چاروں دنوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
"وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ" (البقرہ)
تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
"الأيام المعدودات أيام التشريق أربعة أيام، يوم النحر وثلاثة بعدهٔ" یعنی "ایامِ معدودات" سے مراد ایامِ تشریق یعنی یوم النحر (بقرعید کا دن) پھر ۳ر دن اس کے بعد ہیں۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ یوم النحر (۱۰ر ذی الحجہ، قربانی کا دن) کے علاوہ ایامِ تشریق ۳ر دن ہیں، ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ر ذی الحجہ جن میں ذکر الٰہی یعنی فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہی جاتی ہیں تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایامِ تشریق، قربانی کے دن بھی ہیں جن میں قربانی کی جا سکتی ہے۔
چناں چہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:
أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل أيام التشريق ذبح.
(رواه أحمد و ابن حبان في صحيحه)

ترجمہ: پورے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔
سبحان اللہ! بڑی دور کی کوڑی لائی گئی ہے گویا ؎

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانوں کا ہوگا

اب لگے ہاتھوں اس دلیل پر ہمارا محاسبہ اوراعتراض بھی توجہ سے سماعت فرمائیں۔
تفسیر ابن کثیر جس سے غیر مقلد حضرات نے "ایامِ معدودات" سے متعلق ابن عباس کا قول اورحدیث "أيام التشريق كلها ذبح" پیش کرکے ۴ر دن تک قربانی

جائز ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے، اسی تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر نے ابن عباس کا قول نقل کرنے کے بعد، اسی عبارت سے متصل حضرت علی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایامِ تشریق کی مقدار ۳ر دن ہے اور قربانی کا وقت بھی یہی ۳ر دن ہے۔ مگر نہ جانے کس مصلحت کے پیش نظر صرف ابن عباس ہی کا قول نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، اور حضرت علی کے قول کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

ع　　کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

آیئے تفسیر ابن کثیر کی پوری عبارت ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

ولعلماء السلف قولان فی عدة الأیام المعدودات، الأول: قال ابن عباس .... والثانی: الأیام المعدودات ثلاثة یوم النحر و یومان وهٰذا قول علی ابن أبی طالب.

(تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۴۱۲، دار الفاروق، عمّان)

ترجمہ: آیتِ کریمہ "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ" ایامِ معدودات کی تعیین اور مقدار میں علمائے سلف کے ۲ر اقوال ہیں۔ پہلا قول ابن عباس کا ہے۔ جب کہ دوسرا قول حضرت علی ابن ابی طالب کا ہے اور وہ یہ کہ "ایامِ معدودات" سے ۳ر ایام مراد ہیں اور وہ ۳ر ایام یوم النحر (۱۰ر ذی الحجہ) اور اس کے بعد ۲ر دن ہیں۔

تفسیر ابن کثیر کے مطابق ابن عباس کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ معدودات یعنی ایامِ تشریق کی مقدار ۴ر دن ہے (۱۰ر تا ۱۳ر ذی الحجہ) اور حضرت علی کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ ایامِ معدودات کی مقدار ۳ر دن ہے۔ (۱۰ر تا ۱۲ر ذی الحجہ)

"تفسیر ابن عباس" جس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کے تفسیری اقوال نقل کیے گئے ہیں، اس میں ایامِ معدودات یا ایامِ تشریق کی مقدار ۵ر دن بتلائی گئی ہے۔

"تفسیر ابن عباس" کی عبارت یہ ہے:

("وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ") معلومات أیام التشریق وهی

خمسة أيام يوم عرفة و يوم النحر و ثلاثة أيام بعده.

(تفسير ابن عباس، ص:۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت.)

تفسیر ابن کثیر میں یوم عرفہ (۹/ ذی الحجہ) کا ذکر نہیں تھا، اس لیے ایامِ معدودات کی مقدار ۴/دن بتائی گئی اور تفسیر ابن عباس میں یوم عرفہ کا ذکر ہے اس لیے یہاں معدودات کی مقدار ۵/دن بتائی گئی۔ دونوں عبارتوں کا مآل اور مفہوم ایک ہے۔

غیر مقلدین سے ایک بنیادی سوال:

غیر مقلد حضرات سے میرا سوال ہے کہ عبداللہ بن عباس کے قول کے مطابق ۹/ ذی الحجہ یعنی عرفہ کا دن بھی "ایامِ تشریق" میں شامل ہے۔ اوران کی مستدل حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" کے مطابق تمام ایامِ تشریق قربانی کے دن ہیں تو پھر ۹/ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن اہلِ حدیث حضرات قربانی کیوں نہیں کرتے؟ غیر مقلدین کو چاہیے کہ یوم عرفہ (۹/ذی الحجہ) کو بھی قربانی کریں اور دلیل میں پیش کریں "أيام التشريق كلها ذبح" لیکن امید ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے، کیوں کہ ۹/ذی الحجہ کی قربانی کو یہ لوگ بھی جائز نہیں مانتے ہیں۔

حدیث "أَيّام التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذِبْحٌ" کی اسنادی حیثیت:

اس سے پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ۳/دن یا پھر ۴/دن قربانی کے جائز ہونے سے متعلق کوئی روایت "صحاحِ ستہ" یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ و نسائی میں موجود نہیں ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ باقی دیگر کتاب احادیث میں ۳/دن اور ۴/دن کی روایت موجود ہے۔ اہلِ سنت کے عقائد و معمولات کے ثبوت کے لیے صرف "صحاحِ ستہ" سے دلیل مانگنے والے غیر مقلد حضرات صرف ایک مسئلہ (یعنی ۴/دن قربانی) کو صحاحِ ستہ سے ثابت کر دیں تو میں ہر چیلنج قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ۳/دن تک قربانی جائز ہونے سے متعلق روایتیں مختلف سندوں کے ساتھ اوپر گزر چکیں۔ اب ۴/دن والی روایت ذکر کی جاتی ہے تاکہ فنی اعتبار سے اس روایت کے راویوں پر کلام کیا جاسکے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہ روایت اس طرح ذکر کی ہے:

حدثنا أبو اليمان قال حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسىٰ عن جبير بن مطعم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل أيام التشريق ذبح.

(مسند إمام أحمد بن حنبل، ص:١٢٠١، بيت الأفكار، رياض)

ترجمہ: جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پورے ایامِ تشریق قربانی کے دن ہیں۔

امام بیہقی اور قاضی شوکانی نے بھی اسی سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔ (نيل الأوطار، كتاب المناسك، ص:١٠١٦، دار ابن حزم، بيروت/ السنن الكبرىٰ للبيهقي ج:١٤، ص:١٤٦، دار الفكر، بيروت)

امام بیہقی (متوفیٰ:۴۵۸ھ) نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

رواه معاوية بن يحيىٰ الصدفي عن الزهري، عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة قال: عن النبي صلى الله عليه وسلم: "أيام التشريق كلها ذبح".

(السنن الكبرىٰ، ج:١٤، ص:٢٤٦، دار الفكر، بيروت)

دوسری سند سے امام بیہقی کی "سنن صغریٰ" میں یہ روایت اس طرح منقول ہے:

رواه سويد بن عبد العزيز، عن سعيد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسىٰ عن نافع بن جبير عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيام التشريق كلها ذبح.

(السنن الصغرىٰ، ج:١، ص:٨٩٧، دار المعرفة، بيروت)

امام زیلعی، ابن حجر عسقلانی شافعی اور علامہ عینی حنفی کے بقول اس حدیث کی تخریج ابن عدی نے "کامل" میں اور بزار نے اپنی "مسند" میں کی ہے۔ اسی طرح ابن

حبان اور امام دارِقطنی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری شرح البخاری، ج:١٤، ص:٥٥٣/ الدراية فی تخريج أحاديث الهداية من الآخرين، ص:٤٣٠، مجلس بركات، مبارك پور)

اس حدیث کو مختلف ائمہ ومحدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مگر اس کے راویوں پر سخت کلام بھی کیا ہے اور اصولِ حدیث کی روشنی میں ان کے راویوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس روایت کے ضعف اور سقم کو اجاگر کیا ہے۔

اس حدیث کے راویوں میں "سوید بن عبدالعزیز" اور "معاویہ بن یحییٰ صدفی" پر ائمۂ اصولِ حدیث اور علمائے فن جرح وتعدیل نے اپنے مخصوص الفاظ میں جرح کی ہے۔

"سوید بن عبدالعزیز" کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه: متروك الحديث: وقال ابن معين: ليس بثقة وقال مرة: ليس بشئی، وقال مرة: ضعيف، وقال مرة: لايجوز فی الضحايا، وقال ابن سعد: روی أحاديث منكرة، وقال البخاری: فی حديثه مناكير أنكرها أحمد، وقال النسائی: ليس بثقة وقال مرة: ضعيف، وقال يعقوب بن سفيان مستور وفی حديثه لين و قال مرة: ضعيف الحديث. وقال ابن أبی حاتم عن أبيه: لين الحديث فی حديثه نظر .... وقال أبو عيسیٰ الترمذی فی كتاب العلل الكبير: سو يد بن عبد العز يز، كثير الغلط فی الحديث، وقال الحاكم أبو سعد: حديث ليس بالقائم وقال الخلال: ضعيف الحديث، وقال أبو بكر البزار فی مسنده: ليس بالحافظ، وضعفهٗ ابن حبان جدًا. (تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلانی، ج:٢، ص:٤٥٨، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

ترجمہ:

سویدؔ بن عبدالعزیز کو امام احمد بن حنبل نے متروک الحدیث اور ضعیف کہا۔ امام

بخاری اور ابن سعد نے سویدؔ کی احادیث کومنکر گردانا۔ امام نسائی نے اسے غیر ثقہ اور ضعیف قرار دیا، جب کہ یعقوب بن سفیان نے سویدؔ کو مستور الحال اور ضعیف الحدیث بتلایا۔ ابو حاتم نے سویدؔ کی حدیث کو محل نظر ٹھہرایا اور امام ترمذی نے سویدؔ کو روایتِ حدیث میں کثرت سے غلطی کرنے والا بتایا، اسی طرح حاکم، ابوسعد، خلال ابوبکر بزار اور ابن حبان نے سویدؔ بن عبد العزیز کی جرح وتضعیف کی اور اس کی روایت کو نا قابلِ قبول اور نا قابلِ حجت قرار دیا۔

جس راوی کو اتنے زیادہ محدثین نے ضعیف اور غیر ثقہ قرار دیا ہو بھلا اس سے مروی حدیث کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

امام بیہقی "سوید بن عبد العزیز" کے بارے میں لکھتے ہیں:

رواه سويد بن عبد العزيز وهو ضعيف عند بعض أهل النقل. (السنن الكبرىٰ، ج:١٤، ص:٢٤٦، دار الفكر، بيروت)

یعنی "أيام التشريق كلها ذبح" کی یہ روایت سوید بن عبد العزیز سے مروی ہے اور یہ بعض محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اوپر "تہذیب التہذیب" سے ابن حجر عسقلانی کی عبارت تفصیل سے گزری، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سوید بن عبد العزیز بعض ہی نہیں بلکہ اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور اس کی روایت مجروح اور ضعیف ہے۔

اب اس حدیث کے دوسرے راوی "معاویہ بن یحییٰ صدفی" سے متعلق ائمۂ فن کے اقوال وآرا ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ عینی حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

قلتُ معاوية بن يحيىٰ صدفي، ضعفه النسائي وابن معين و علي بن المديني، وقال ابن أبي حاتم في كتاب العلل قال أبي: هٰذا حديث موضوع بهذ الإسناد. (عمدة القاري شرح البخاري، ج:١٤، ص:٥٥٣، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: اس حدیث کو اگرچہ ابن عدی نے "کامل" میں معاویہ بن یحییٰ صدفی سے

ذکر کیا ہے۔لیکن میں کہتا ہوں کہ نسائی، ابن معین اور علی بن مدینی نے صدفی کوضعیف قرار دیا ہے۔ابن ابی خاتم نے "کتاب العلل" میں اپنے والد کا قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کی تمام سند اور طرق کی نشان دہی کرتے ہوئے اس کے راویوں پر فنی اعتبار سے بڑا عمدہ کلام ہے۔تفصیل کے لیے عمدۃ القاری شرح بخاری، ج:۱۴،ص:۵۵۳،اور بنایہ شرح ہدایہ، ج:۴،ص:۱۷۶،کا مطالعہ کریں۔اگر میں یہ کہوں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ ۳/دن قربانی راجح ہونے سے متعلق جتنا عمدہ اور تفصیلی کلام علامہ عینی نے کیا ہے،فقہائے احناف میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔

"معاویہ بن یحییٰ صدفی" کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"یحییٰ بن معین نے کہا: هالك ليس بشئي. جوزجانی نے کہا: معاویہ صدفی، ذاہب الحدیث ہے۔ابوزرعہ نے کہا: قوی نہیں،اس کی احادیث منکر ہیں۔ابوحاتم نے کہا: اس کی اکثر روایات میں نکارت ہے۔نسائی نے کہا: ثقہ نہیں۔ابن عدی نے کہا: اس کی اکثر روایت محل نظر ہیں۔ساجی نے کہا: اس کی حدیث بہت ضعیف ہے۔ابوعلی نیشاپوری نے اسے ضعیف کہا۔امام احمد بن حنبل نے کہا: ہم نے صدفی کی روایت ترک کردی۔امام ابوداؤد نے اسے ضعیف قرار دیا اور اسی طرح امام بخاری نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا۔" (تهذيب التهذيب، ج:٥، ص:٤٨٦، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

امام بیہقی (متوفیٰ:۴۵۴ھ) فرماتے ہیں:

والصدفي ضعيف لايحتج به. کہ صدفی ضعیف راوی ہے، اس کی روایت ناقابل استدلال ہے۔

(السنن الكبرىٰ، ج:١٤، ص:٢٤٧، دار الفكر، بيروت)

قاضی شوکانی کے نزدیک بھی معاویہ صدفی ضعیف ہے:

اہل حدیث کے امام قاضی محمد بن علی شوکانی (متوفیٰ:۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

حدیث جبیر بن مطعم أخرجه ابن حبان فی صحیحه والبیهقی وذکر الاختلاف فی سنده و رواه ابن عدی من حدیث أبی هر یرة وفی إسناده معاو یة بن یحییٰ الصدفی وهو ضعیف وذکر ابن أبی حاتم من حدیث أبی سعید وذکر عن أبیه أنه موضوع وقال ابن القیم فی الهدیٰ: أن حدیث جبیر بن مطعم منقطع لایثبت وصلهٗ. (نیل الأوطار للشوکانی، کتاب المناسك، ص:١٠١٦، دار ابن حزم، بیروت)

یعنی جبیر بن مطعم کی حدیث "أیام التشریق کلها ذبح" کو ابن حبان اور بیہقی نے روایت کرنے کے ساتھ اس کی سند میں اختلاف (ضعف) کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح ابن عدی نے ابو ہریرہ سے جس حدیث کی تخریج کی ہے، اس میں ایک راوی معاویہ بن یحییٰ صدفی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ابن حاتم نے ابوسعید سے یہ روایت ذکر کیا ہے اور ابوسعید نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ابن قیم جوزی نے "ہدیٰ" میں لکھا ہے کہ جبیر بن مطعم کی یہ حدیث "منقطع" ہے، اس کا اتصال ثابت نہیں۔(علمائے اصولِ حدیث کے نزدیک "منقطع" ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔)

گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ امام احمد بن حنبل، ابن حبان، امام بیہقی اور قاضی شوکانی وغیرہ نے اہل حدیث حضرات کی مستدل حدیث "أیام التشریق کلها ذبح" کو عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم کے طریقے پر نقل کیا ہے۔

اس طریقۂ سند سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم سے ملاقات کی ہے اور ان سے یہ روایت لی ہے۔لیکن حقیقت میں ایسانہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أیام التشریق کلها ذبح. أحمد و ابن حبان من حدیث جبیر بن مطعم من روایة عبد الرحمٰن بن ابی حسین عنه وأورده البزار من هٰذا الوجه وقال إنه منقطع وأخرجه الدارقطنی من وجهین

آخر ین موصولین فیهما ضعف وفی الباب عن أبی سعید أخرجه ابن عدی وضعف معاویة بن یحییٰ الصدفی وقد ذکر ابن الحاتم عن أبیه أنه موضوع بهٰذا الإسناد. (الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة من الآخرین، ص: ٤٣٠، مجلس برکات، مبارك پور)

اس حدیث کو احمد بن حنبل، ابن حبان اور بزار نے جبیر بن مطعم عن عبدالرحمٰن بن ابی حسین کے طریقے پر روایت کیا ہے۔ ابن بزار نے کہا: یہ حدیث منقطع ہے۔ دارقطنی نے اس حدیث کی دو مختلف سندوں سے موصولاً تخریج کی اور کہا: دونوں میں ضعف ہے۔ اس باب میں یہ حدیث ابوسعید سے بھی مروی ہے، جسے ابن عدی نے ذکر کیا اور معاویہ بن یحییٰ کی تضعیف کی۔ ابن ابی حاتم نے اپنے والد کے حوالے سے کہا: یہ حدیث اس سند سے موضوع ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

فإن قلتَ أخرجه أحمد أیضًا والبیهقی عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی الله علیه وسلم، قلتُ قال البیهقی: سلیمان بن موسیٰ لم یدرك جبیر بن مطعم فیکون منقطعًا.

(عمدة القاری شرح البخاری، ج: ١٤، ص: ٥٥٣، دارالفکر، بیروت)

یعنی امام بیہقی نے کہا کہ جبیر بن مطعم سے سلیمان بن موسیٰ کی ملاقات نہیں، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

ابن حجر عسقلانی بھی بعینہٖ یہی بات کہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة من الآخرین.

(ص: ٤٣٠، مجلس برکات، مبارك پور)

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

وقال ابن القیم فی الهدیٰ: أن حدیث جبیر بن مطعم منقطع لا یثبت وصلهٗ. (نیل الأوطار، کتاب المناسك، ص: ١٠١٦، بیروت)

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

رواه سليمان بن موسىٰ، عن ابن أبي حسين عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه فروى عنه منقطعًا ومتصلاً.

(الاستذكار، ج:٥، ص:٢٤٦)

یعنی سلیمان بن موسیٰ نے یہ حدیث ابن ابی حسین سے منقطع اور متصل دونوں طرح سے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی نے مزید فرمایا:

"بزار نے اس کو اپنی مسند میں روایت کیا اور کہا کہ ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں۔" (بناية شرح الهداية، ج:٤، ص:١٧٤، المكتبة الإمدادية، مكه مكرمه)

علماے اصولِ حدیث وائمۂ جرح وتعدیل کی تصریحات سے چند باتیں خاص طور سے معلوم ہوئیں۔ اول: یہ کہ معاویہ بن یحییٰ صدفی ضعیف ہے۔ دوم: یہ کہ بعض ائمہ کے نزدیک یہ روایت اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔ سوم: یہ کہ حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" منقطع ہے۔ ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حدیث کے اسباب ضعف میں سے ایک سبب "انقطاع" بھی ہے۔ تو اس جہت سے یہ حدیث ضعیف ہے اور ایک سند سے موضوع بھی۔

جب کہ ۳/دن قربانی سے متعلق حدیث صحیح ہے۔ کسی بھی محدث نے نہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور نہ اسے موضوع گردانا ہے۔ بس انھیں اسباب کے تحت ہم احناف ۳/دن قربانی والی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں، اور موطا امام مالک کی مذکورہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے صرف ۳/دن قربانی کو جائز سمجھتے ہیں۔

اگر غیر مقلد حضرات ۴/دن قربانی سے متعلق کوئی صحیح حدیث پیش کر دیں تو ہم اسے ماننے کے لیے تیار ہیں۔

تین دن قربانی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی نظر میں:

تین دن قربانی سے متعلق حنفی علما کے اقوال و ارشادات اور فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتابیں ہمارے موقف کی واضح دلیل ہیں۔ ہدایہ، مبسوط سرخسی، فتاویٰ عالم گیری، بدائع الصنائع، فتاویٰ قاضی خان، بحر الرائق، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ اور بہارِ شریعت وغیرہ سیکڑوں کتابوں میں یہ مسئلہ صاف اور واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ "قربانی کا وقت صرف تین دن ہے۔ ۱۰/تا ۱۲/ذی الحجہ۔ ۱۳/ذی الحجہ کو یعنی چوتھے دن قربانی جائز نہیں۔"

ایک مقلد کے لیے بطور ثبوت یہی کافی ہے، کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح فقہ حنبلی و فقہ مالکی کی کتابوں میں قربانی کا وقت تین دن ہی لکھا ہوا ہے۔ لیکن ہم نے ان تینوں فقہ کی مستند کتابوں سے قصداً حوالہ نہیں دیا ہے۔ کیوں کہ اس کتاب کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اپنے موقف (۳/دن قربانی) کو ثابت کرنے کے لیے صرف حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابوں کا حوالہ ہی ذکر کیا جائے تاکہ اہل حدیث (غیر مقلد) حضرات ہماری باتوں کو بسر و چشم قبول کر سکیں۔

فقہِ حنفی و دیگر کتب فقہ سے حوالہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ غیر مقلد حضرات فقہ کی کتابوں کو بالعموم تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ ائمۂ اربعہ کی تقلید کو ناجائز اور حرام بتاتے ہیں۔ ائمہ و فقہا کو برا بھلا کہتے ہیں۔ فقہ کو ائمہ و مجتہدین کے ذہنی اختراع کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

جب غیر مقلدوں کا یہ حال ہے تو بھلا وہ ائمہ و فقہا کے ارشادات اور فقہ کی کتابوں کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟

تاہم "قولِ فیصل اور حرفِ آخر" کی حیثیت سے یہاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک فتویٰ نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اصل مسئلہ (تین دن قربانی) خوب اچھی طرح واضح ہو جائے اور مخالفین کو بھی سوائے اقرار کے انکار کی جرأت نہ ہو سکے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ فتویٰ ملاحظہ کریں۔ کسی سائل نے دریافت کیا کہ:

"ما قول العلما رحمۃ اللہ علیہم اندریں صورت کہ عبارت کتاب "مفتاح الصلوٰۃ" ایں است کہ وقت اضحیہ از صبح صادق روزِ اضحیٰ تا نماز مغرب دواز دہم مذکور است و نام کتاب وقید مصر وغیر مصر نیست، ایں مسئلہ ظاہراً خلاف جمہور است، آں چہ صحیح باشد دستخط فرمائید۔" (فتاویٰ عزیزی، جلد دوم، ص:۱۵، رحمٰن گل پبلشرز، پشاور، پاکستان)

یعنی اس مسئلے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ "مفتاح الصلوٰۃ" نامی کتاب میں قربانی کا وقت ۱۰/ذی الحجہ صبح صادق سے ۱۲/ذی الحجہ غروب آفتاب تک لکھا ہوا۔ کتاب میں شہر اور دیہات کا فرق نہیں بتایا گیا ہے۔تو یہ مسئلہ بظاہر جمہور کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔صحیح مسئلہ کیا ہے۔ برائے کرام اطلاع فرمائیں۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

الجواب

"اول وقت اضحیہ برائے ساکنان مصر بعد نماز عید اضحیٰ است و برائے اہل بوادی وقریٰ بعد طلوعِ فجر روزِ نحر است یعنی دہم ذی حجہ وآخر وقت آں قبیل غروب روز سوم (دو از دہم ذی حجہ) است۔ پس یک روز نحر و دو روز بعدِ ازاں مدتِ اضحیہ باشد۔"

(فتاویٰ عزیزی، جلد دوم، ص:۱۵، رحمٰن گل پبلشرز، پشاور، پاکستان)

ترجمہ: شہر میں رہنے والے مسلمان کے لیے قربانی کا ابتدائی وقت نماز عید الاضحیٰ کے بعد ہے، اور دیہات والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق کے بعد (نمازِ عید الاضحیٰ سے پہلے) قربانی کریں اور قربانی کا آخری وقت ۱۲/ذی الحجہ غروب آفتاب سے کچھ پہلے تک ہے۔تو کل ملا کر قربانی کا وقت اور مدت ۳/دن ہے۔ ایک دسویں ذی الحجہ کا دن اور اس کے بعد دو دن (گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ)۔

مصادر ومراجع

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف	مطبع/ ناشر
۱	قرآن حکیم		
۲	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۳	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر	دارالفاروق، عمان
۴	تفسیر درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی	دارالفکر، بیروت
۵	تفسیر ضیاء القرآن	جسٹس محمد پیر کرم شاہ ازہری	اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی
۶	بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	دارالکتاب العربی، بیروت
۷	مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	دارالمعرفۃ، بیروت
۸	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	دارالفکر، بیروت
۹	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۰	موطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی	المکتبۃ العصریۃ، بیروت
۱۱	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۱۲	سنن کبریٰ	امام ابومحمد بن حسین بیہقی	دارالفکر، بیروت
۱۳	سنن صغریٰ	امام ابومحمد بن حسین بیہقی	دارالمعرفۃ، بیروت
۱۴	شرح صحیح مسلم	علامہ یحییٰ بن شرف نووی	دارالمنار، بیروت
۱۵	مشکوٰۃ المصابیح	امام محمد بن عبداللہ تبریزی	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۱۶	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی	دارالفکر، بیروت
۱۷	مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی بن سلطان محمد قاری	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۱۸	المنتقیٰ	علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۱۹	الاستذکار	امام ابن عبدالبر مالکی	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۲۰	المغنی	امام موفق الدین عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی	مکتبۃ الریاض، سعودی عرب

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر
۲۱	مسندامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	بیت الافکار، ریاض
۲۲	جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی	دارِاحیاءالتراث العربی، بیروت
۲۳	اوجزالمسالک	شیخ زکریا کاندھلوی	دارالکتب العلمیہ ، بیروت
۲۴	نیل الاوطار	قاضی محمد شوکانی	دارابن حزم، بیروت
۲۵	تنویرالحوالک	علامہ جلال الدین سیوطی	المکتبہ الثقافۃ ،مصر
۲۶	فتح المالک	حافظ ابن عبدالبر	دارالکتب العلمیہ ، بیروت
۲۷	تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی	دارِاحیاءالتراث العربی، بیروت
۲۸	الدرایۃ تخریج احادیث الہدایۃ	علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی	مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۲۹	علوم الحدیث (مقدمہ ابن صلاح)	امام ابوبکروعثمان ابن صلاح	المکتبۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ
۳۰	الباعث الحثیث	حافظ عمادالدین ابن کثیر	دارِاحیاءالتراث العربی، بیروت
۳۱	مقدمۃ المشکوٰۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۳۲	الحثیث شرح الباعث	علامہ احمد بن محمد شاکر	دارالتراث العربی، بیروت
۳۳	ہدایہ	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۳۴	فتاویٰ عالم گیری	ملانظام الدین ودیگرعلماے ہند	زکریا بک ڈپو، دیوبند، یوپی
۳۵	ردالمحتار (فتاویٰ شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	مکتبہ زکریا، دیوبند(یوپی)
۳۶	تنویرالابصار	علامہ شمس الدین تمرتاشی	مکتبہ زکریا، دیوبند(یوپی)
۳۷	فتاویٰ قاضی خان	علامہ حسن بن منصوراوزجندی	مکتبہ زکریا، دیوبند، (یوپی)
۳۸	مجموعۃ الفتاویٰ	شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی	المکتبۃ العبیکان، سعودی عرب
۳۹	بنایہ شرح ہدایہ	علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی	المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ
۴۰	فتاویٰ عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	رحمٰن گل پبلیشنز، پشاور، پاکستان
۴۱	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا محدث بریلوی	رضا اکیڈمی، ممبئی
۴۲	بہارِشریعت	صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی	المجمع المصباحی، مبارکپور، اعظم گڑھ
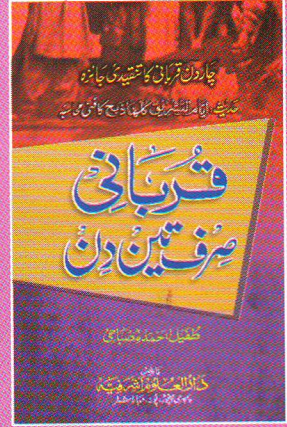
ایک مخلصانہ اپیل

دار العلوم اشرفیہ پمپری، چنچوڑ، پونہ کا دینی وعلمی فیضان پونہ ہی میں نہیں بلکہ مہاراشٹر میں جاری ہے۔ دار العلوم اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں، معاونین اس سے بخوبی واقف ہیں۔ مقامِ مسرت ہے کہ یہ ادارہ پورے مہاراشٹر میں اپنا زبردست اعتماد و وقار قائم کر چکا ہے اور روز بروز اس کی خدمات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اِدارہ کے اندر پانچ افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں حفظ وقرأت اور ناظرہ میں تقریباً ۸۰ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک و رہائش اور اساتذہ وملازمین کی تنخواہوں پر ادارہ ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔

آپ تمام حضرات سے مخلصانہ گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ وعطیات اور صدقات وفطرات دے کر اپنے اس محبوب ادارے کو فروغ دیں اور دین ودنیا کی سعادتوں سے مالا مال ہوں۔ ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔

الداعی الی الخیر

ناظم اعلیٰ مولانا محمد فیروز عزیزی صدیقی
نائب ناظم قاری رضاء المصطفیٰ خاں رضوی
Mob.: 09421945786
09823838399
09823186239

DARUL ULOOM ASHRAFIA
Pampari Chanchoor, Puna, Maharashtra